Fikr-o-Nasar (Islamabad) 27:2 (1989)

قاضی محمد اعلیٰ تھانوی

(مؤلف کشاف اصطلاحات الفنون احوال و آثار)

نورالحسن راشد کاندھلوی

دلی سے تقریباً ایک سو بیس کلو میٹر شمال مشرق میں تھانہ بھون ایک نہایت پرانی بستی ہے کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتدائی تاریخ قبل از اسلام تک جاتی ہے ، مگر اس روایت کی تصدیق کے لئے کوئی اثری شہادت اور قابل اعتماد وثیقہ دریافت نہیں ، مگر مختلف قدیم نوشتوں اور بعض خاندانوں میں منقول روایات سے یہ تأثر ضرور ملتا ہے کہ یہ اس نواح کی قدیم ترین آبادیوں میں شمار کی جاتی تھی ، اور اس نواح میں اول اول مسلمان یہیں وارد و آباد ہوئے۔ ایک فارسی تحریر سے جس کے کاتب اور سنہ کتابت سے متعلق تحقیق نہیں کی جا سکی یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے بعض رفقاء لشکر نے یہیں رخت سفر کھول دیا تھا، بعد میں ان کے اخلاف اور اھل خاندان بھی یہیں فروکش رھے ۔ یہ اطلاعات صحیح ھوں یا غلط مگر واقعہ یہ ہے کہ اس ابتدائی عہد سے اوائل عہد مغلیہ تک اس قصبہ کی تاریخ ، یہاں کی مذھبی، علمی، سیاسی شخصیات اور یہاں کے قدیم خاندانوں کے متعلق معتبر اطلاعات مفقود ھیں ۔

اس قصبہ کی معلوم تاریخ عہد مغلیہ سے شروع ھوتی ہے ، اس زمانہ میں بعض اھم افراد اور خانوادے ترک وطن کرکے تھانہ بھون آئے

اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی ، ایسے خانوادوں میں فاروقیوں کا وہ ممتاز خاندان بھی شامل ہے جس کا قدیم وطن تھانیسر ہے اور جس کے وابستگان میں حضرت شیخ جلال تھانیسری جیسے اساطین علم و کمال بھی شامل ھیں (۱) ۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب فرخ شاہ کابلی (۲) کے واسطے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے (۳) ، اگرچہ اس سلسلہ نسب کی تمام تفصیلات دستیاب نہیں، اور اس کی زیریں شاخوں کی تفصیلات میں بھی کچھ اختلاف (۴) ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اس کا انتساب حضرت فاروق اعظم سے درست ہے۔

ولادت :

دریافت مآخذ قاضی محمد اعلیٰ کے سنہ ولادت پر روشنی ڈالتے، مگر بعض آثار و قرائن کی مدد سے تقریباً ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء) قاضی محمد اعلیٰ کا سنہ ولادت متعین کیا جا سکتا ہے۔

صحیح نام :

قاضی محمد اعلیٰ اور ان کے والد کے نام کی تعیین وترتیب میں اکثر مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کو سخت مغالطہ ہوا ہے، یولس معلوف نے محمد علاء، یا محمد اعلاء لکھا ہے (۵)، اسمعیل پاشا اور یوسف سرکیس محمد علی بن علی لکھتے (۶) ھیں ، اور یہی بستانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے (۶ ۔ ب) ، کشاف اصطلاحات الفنون کے پہلے ایڈیشن اور مطبوعہ قاھرہ کے سرورق پر، نیز ڈاکٹر زبید احمد کی تحریرات میں محمد علی فاروقی درج ہے ، (۷) جرجی زیدان محمد بن علاء بن علی بن محمد صابر کے قائل ھیں (۸) ، ایڈورڈ فنڈیک (Edward Vandyek) نے ایک موقع پر محمد علی بن اعلاء لکھا ہے (۹)۔ دوسری جگہ محمد بن علی تحریر کیا ہے (۱۰) اسمعیل پاشا کی ایک

اور روایت ، نیز خیر الدین زرکلی ، عمر رضا کتحاله، اور صلاح الدین المسنجد کی اطلاع محمد بن علی بن حامد کی ہے (۱۱) ، محمد شفیق غربال نے محمد بن محمد بن محمد صابر نقل کیا ہے (۱۲) ، مگر یہ اقوال و روایات درست نہیں ، صحیح یہ ہے کہ مولف کشاف اصطلاحات الفنون کا نام محمد اعلیٰ (ا ـ ع ـ ل ـ ی) بن علی بن محمد حامد بن مولانا محمد صابر ہے ـ کشاف اصطلاحات الفنون نسخه مولف ، قاضی محمد اعلیٰ کی اور تصنیفات، قاضی صاحب کی نجی تحریرات ، قاضی صاحب کے مکتوبه فتاویٰ تهانه بهون کے دفتر قضا سے جاری قاضی محمد اعلیٰ کی مصدقه تحریرات و دستاویزات ، اور قاضی صاحب کی مہروں میں یہی نام درج ہے ـ

تعلیم و تدریس :

قاضی صاحب نے اصول ، قواعد ، دینیات اور عربی کی تمام درسیات اپنے والد بزرگ سے اخذ کیں، اس کے علاوہ تمام مباحث و موضوعات خصوصاً علوم عقلیه ، فلسفه کلام ، طبعیات، ریاضی هیئت، هندسه اور اسطرلاب وغیره کا بلا کسی استاد و معاون کی مدد کے ، خداداد ذکاوت و ذہانت اور غیر معمولی علوئے استعداد کی بدولت ، خود مطالعه کیا ، اور تمام علوم میں مہارت و کمال سے بہره ور ہوئے، یه روداد قاضی صاحب نے خود قلم بند فرمائی ہے، لکھتے هیں :ـ

,,فلما فرغت من تحصيل العلوم العربية والشرعية من حضرت جناب استاذى و والدى، شمرت عن ساق الجدالى اقتناء ذخائر العلوم الحكمية الفلسفية من الحكمة الطبعية والالٰهية والرياضية كعلم الحساب والهندسة والهيئة والاسطرلاب ونحوها ، فلم يتير تحصيلها من الاساتذة، فصحافت شطر امن

الزمان الی مطالعة مختصحاتها الموجودة عندی ، فکشفها اللہ تعالی علی . . . . الخ »(۱۳)

عہدۂ قضا پر تقرر :

قاضی نصر اللہ کے عہد سے تھانہ بھون کی قضات ان کے اخلاف میں تقریباً متوارث رہی ، صرف ایک قاضی ایسے مقرر ہوئے (۱۴) جو قاضی نصر اللہ کی اولاد میں نہیں تھے، یہ قاضی محمد حامد خلف شیخ علی تھے جو تھانیسر کے فاروقی خاندان کے ایک فرد تھے ان کا تھانہ بھون کی قضا پر تقرر، مولانا محمد صابر کی حیات میں نواب شکار خاں کے ایما پر ہوا تھا ، قاضی حامد کی وفات کے بعد عہدہ قضات قاضی نصر اللہ کے خاندان میں دوبارہ واپس آگیا، قاضی حامد تھانیسری کی وفات کے بعد قاضی غلام محی الدین ، ۱۱۴۳ ھ میں قاضی تھانہ بھون مقرر ہوئے ، اور اواخر ۱۱۶۵ھ یا اوائل ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۲ء) تک اس عہدہ پر فائز رہے، قاضی غلام محی الدین کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے قاضی محمد اعلیٰ قاضی مقرر کئے گئے(۱۵) ، جو قاضی غلام محی الدین کے عہد میں نائب قاضی تھے۔

قاضی محمد اعلیٰ کے نائب قاضی تھانہ بھون کی حیثیت سے دستیاب قدیم ترین شہادت ۱۱۵۶ھ کی ہے ، اگرچہ رجسٹر قضات تھانہ بھون میں قاضی محمد اعلیٰ کی مصدقہ ایک دستاویز کی تاریخ کتابت رجب ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۵ء) درج ہے (۱۶)، مگر اس رجسٹر میں اس حوالہ کے علاوہ ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) تک قاضی محمد اعلیٰ کی مصدقہ کسی اور دستاویز کا اندراج نہ ہونے، نیز اور ذرائع سے بھی اس وقت تک قاضی محمد اعلیٰ کے نائب قاضی مقرر ہونے کی توثیق و تائید نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا درست ہے کہ محولہ بالا رجسٹر میں درج سنہ تحریر ۱۱۳۷ھ سہو کتابت ہے۔

قاضی محمد اعلیٰ غالباً اوائل ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۲ء) میں قاضی مقرر ہوئے، قاضی صاحب کی مہر قضات سے یہی اندازہ ہوتا ہے، راقم سطور کو قاضی محمد اعلیٰ کی مہر تصدیق سے مزین جو کاغذات میسر آئے ہیں ان میں قدیم ترین دستاویز جمادی الأول ۱۱۶۶ھ۔ (مارچ ۱۷۵۳ء) کی محررہ ہے۔ قاضی صاحب اپنے آخری زمانہ حیات تک اس منصب پر فائز رہے اور قضات کے ساتھ ساتھ فقہ و فتاوی کی خدمت بھی سر انجام دیتے رہے۔ قاضی محمد اعلیٰ نے اس عہدہ اور منصب کا سلف صالحین کی طرح پورا پورا حق ادا کیا، اور مذہبی فرائض و عبادات کی طرح امور قضات کی ایسی پاسداری ونگهبانی فرمائی باید و شاد! راقم سطور نے خاصی تلاش و جستجو کی مگر اس کو قاضی محمد اعلیٰ کے عہدہ قضات (۱۱۶۶ھ تا ۱۱۹۱ھ) کی مکتوبہ و مصدقہ ایسی کوئی دستاویز دریافت نہیں ہوئی جس پر قاضی صاحب کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو، یعنی قاضی محمد اعلیٰ نے اس خدمت کو اس قدر پابندی اور غیر معمولی استقامت کے ساتھ سر انجام دیا کہ پچیس سال کے طویل عرصہ میں ایک مرتبہ بھی، قاضی محمد اعلیٰ کے نائب خدمت کو متعلقہ کاغذات و دستاویزات پر کلمات توثیق یا اپنی مہر ثبت کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

ایک غلط فہمی کی تصحیح :

قاضی محمد اعلیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحئی حسنی نے لکھا ہے :

,,ان الشیخ اشرف علی التهانوی ذکر لی ان محمد اعلیٰ کان قاضیاً فی قریته تهانه فی عهد عالمگیر، وکان قبره بها،،(۱۷) ۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے مجھ سے فرمایا کہ محمد اعلیٰ قصبہ تھانہ بھون میں عالمگیر کے عہد میں قاضی تھے، اور ان کی قبر تھانہ بھون میں ہے۔

اس عبارت میں عالمگیر کے حوالہ کی وجہ سے، یہ غلط فہمی عام ہے کہ یہاں عالمگیر سے نامور مغل فرمانروا اورنگ زیب عالمگیر (عہد ۱۰٦۸ھ/۱٦۵۸ء تا ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) مراد ہے۔ مگر یہ روایت قرین صحت نہیں، کیونکہ اورنگ زیب یعنی عالمگیر اول کے عہد میں تو قاضی محمد اعلیٰ کی ولادت بھی نہیں ہوئی ہوگی ۔ اس موقع پر مولف نزهة الخواطر کو سہو ہوا، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے یقیناً عالمگیر ثانی بن معزالدین کا ذکر کیا ہوگا جو ۱۱٦۷ھ (۱۷۵۳ء) سے ۱۱۷۲ ھ (۱۷۵۹ء) تک سریر آرائے حکومت رہا ہے۔ اس کے پورے دور حکومت میں قاضی محمد اعلیٰ قاضی تھے اور اس کے بعد شاہ عالم ثانی کے اٹھارھویں سنہ جلوس (۱۱۹۱ھ) تک قاضی رہے۔

مہر قضات :

قاضی محمد اعلیٰ کی دو مہریں راقم سطور کے علم ونظر میں هیں، بڑی جو کثیر الاستعمال اور دفتر قضا میں مستعمل تھی اس میں یہ الفاظ کندہ تھے :

خادم شرع والا قاضی محمد اعلیٰ ، سنہ ۵ ، سنہ ۱۱٦٦ھ۔

سنہ ۵ سے احمد شاہ بن محمد شاہ کا سنہ جلوس مراد ہے، جو سنہ ۱۱٦۱ھ (۱۷۴۸ء) میں اقتدار نشیں ہوا تھا ، قاضی محمد اعلیٰ کے قاضی مقرر ہونے کے اول دن سے آخری زمانہ حیات تک یہی ایک مہر دفتر قضات میں مروج و مستعمل رہی، کبھی اس کے طرز تحریر، الفاظ اور سائز میں معمولی ترمیم و تغیر بھی نہیں ہوا ، یہ ساڑھے

تین سینٹی میٹر کی گول مہر تھی ۔ ایک اور مہر جو قاضی صاحب کے مملوکات اور ان کے مکتوبہ فتاوی پر ثبت ہے ، ان الفاظ پر مشتمل ہے :

,,قاضی محمد اعلیٰ ۱۱۷۰ھ،، یہ چھوٹی سی ڈیڑھ سینٹی میٹر کی بیضوی مہر ہے ۔

خود داری و استغنا

قاضی محمد اعلیٰ بےحد خود دار ومستغنی مزاج ، حکام و امراء کی خوشنودی سے بےنیاز، ان کی عنایات و توجه کی خواهش سے آزاد نیز ان کی مجلسوں میں حاضری اور درباداری کے مراسم و آداب کی بجا آوری سے بے زار تھے ، قاضی صاحب نے نواب نجیب الدوله سے بھی جو سطوت و اقتدار کے علاوه علماء کے احترام وقدر دانی کے لئے مشهور ہے ، (۱۸) تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہیں کی ، ایک مرتبه خود نجیب الدوله نے قاضی صاحب سے دربار کی روایات کے مطابق نذر پیش کرنے کا مطالبه کیا ، قاضی صاحب اس هدایت کو ذرا خاطر میں نه لائے اور اس کی تعمیل غیر ضروری خیال کی ، قاضی صاحب کا یه طرز عمل نجیب الدوله کی برهمی کا سبب بنا ، نجیب الدوله نے قاضی صاحب کی آبائی جاگیر ضبط کر لینے کا حکم دیدیا ، قاضی صاحب اس پر بھی خاموش رهے ، نه طرز عمل میں تبدیلی کی نه اراضی کی واپسی کے لئے درخواست گزاری ، اور اپنے معمول کے مطابق افتاء و قضاء میں مصروف رهے ، غالباً اس بےنیازی و استقلال سے نجیب الدوله متاثر هوا ، اور بلا کسی درخواست وکاوش کے نجیب الدوله نے خود هی اس جائداد کی واگزاشت کا حکم دیدیا ، جائداد قاضی صاحب کو مل گئی مگر قاضی صاحب اس پر بھی خاموش رهے، کسی جذبه اور تشکر و تاثر کا اظهار نہیں فرمایا ۔ (۱۹)

معاصر علماء سے روابط اور خط و کتابت

قاضی صاحب کی تمام زندگی تھانہ بھون میں گزری اور شاید ھی اس نواح سے باھر نکلنے کا اتفاق ہوا ہو مگر اس عہد کے نامور علماء قاضی محمد اعلیٰ سے واقف ان کے علمی مقام سے آشنا اور ان کی علمی تحقیقات کے قدر داں تھے۔ قاضی صاحب سے معاصر علماء کے روابط و مراسم کے گواہ ، اور اساطین علم و کمال کی نظر میں قاضی صاحب کے وقعت و احترام اور ان کی بصیرت و دیدہ وری کے اعتراف پر وہ مراسلات و خطوط ایک مستند شہادت ھیں جو قاضی صاحب کے خطوط کے جواب میں یا قاضی صاحب کے سوال پر کسی مسئلہ کی تحقیق میں ، یا قاضی صاحب کی تحریر وتصنیف کی تفصیل و توثیق کے لئے لکھے گئے ھیں۔

اگرچہ اس طرح کی تحریرات کی تعداد زیادہ نہیں مگر جو خطوط و تحریرات اس وقت دریافت اور ھمارے ناچیز ذخیرہ نوادر و تبرکات میں محفوظ ھیں ان میں سے ہر ایک کسی ایسے جلیل القدر عالم کی تراوش قلم کا نمونہ ان کے مطالعہ اور فکروتحقیق کا آئینہ ہے جو برصغیر ھندو پاکستان کی ملت اسلامیہ کی آبرو، مستقل مکاتیب فکر کے مؤسس دنیائے علم و تحقیق میں ایک مستقل دور کے بانی اور ایک نئے عہد کے موجد ھیں۔

قاضی محمد اعلیٰ کے نام مراسلات نگاروں کی اس مختصر فہرست میں حضرت قاضی ثناء اللہ (٢٠) پانی پتی بحر العلوم علامہ عبدالعلی فرنگی محلی (٢١) مولانا مجدالدین عرف مولوی مدن شاھجہان پوری اور حضرت شاہ عبدالعزیز دھلوی (٢٣) کے اسمائے گرامی شامل ھیں قاضی صاحب نے اول الذکر تینوں حضرات سے اراضی مدومعاش کا حکم دریافت کیا تھا اور حضرت شاہ عبدالعزیز

سے واللہ بما یعملون محیط کے صحیح اعراب و قرأت اور اس سے متعلق مباحث پر سوال اور تحقیق فرمائی تھی ۔ (۲۴)

درج بالا ممتاز علمائے کرام کے علاوہ قاضی صاحب کے ذخیرہ میں کچھ اور مکتوبات بھی محفوظ ھیں مگر ان تحریرات و خطوط پر مکتوب نگاروں کے نام درج نہیں ، لیکن اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ یہ خطوط قاضی محمد اعلیٰ کے سوالات کے جواب میں واللہ بما یعملون محیط کی تحقیق پر مشتمل ھیں ۔

سنہ وفات

تقریباً اکتھر بہتر سال کی عمر میں قاضی محمد اعلی نے ۱۱۹۱ ھ (۱۷۷۷ء) کے نصف آخر میں تھانہ بھون میں وفات پائی ، وفات کی تاریخ اور مہینہ معلوم نہیں مگر سنہ وفات بلا شک و شبہ درست ہے قاضی صاحب کے رفیق و جلیس حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی نے اپنی بیاض میں یہی سنہ وفات لکھا ہے (۲۵) اور مورخ تھانہ بھون مولوی ناظر حسن تھانوی بھی اس کے موئید ومصدق ھیں ، (۲۶) لیکن آخر سال کی تعیین قرائن پر مبنی ہے ، ۱۱۹۱ ھ کی ابتدائی شش ماھی میں قاضی محمد اعلیٰ تھانہ بھون کی مسند قضات پر جلوہ افروز اور متعلقہ خدمات کی بجا آوری میں مشغول تھے ، اس دور کی قاضی صاحب کی مصدقہ دستاویزات کے حوالے دستیاب ھیں ، لیکن اس شش ماھی کے بعد کسی تحریر و دستاویز پر قاضی محمد اعلیٰ کی توثیق و تصدیق یا مہر ثبت نہیں بلکہ ان پر قاضی محمد اعلیٰ کے بعد نامزد قاضی ، قاضی محمد ارحم اور ان کے قائم مقام قاضی محمد منعم کی مہریں اور تصدیقات درج ھیں ، اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ اسی شش ماھی میں قاضی محمد اعلیٰ کی وفات ھوئی ۔

مفتی الٰہی بخش کے حوالہ سے قاضی محمد اعلیٰ کا سنہ وفات اوپر گذر گیا ہے مفتی صاحب کی بیاض میں ,,تاریخ وفات قاضی محمد اعلیٰ ،، کے زیر عنوان یہ شعر بھی درج ہے :

سال تاریخ وفاتش ہاتفے جنت الاعلی لہ مثواہ گفت (۲۷)

۱۱۹۱ ھ

اگرچہ خود حضرت مفتی صاحب نے مصرعہ تاریخ کے نیچے صحیح سنہ وفات کے اعداد ۱۱۹۱ ھ درج کئے ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ ترتیب ابجد کے مطابق اس شعر کے دوسرے مصرعہ کے اعداد حرف ۱۱۸۲ ہوتے ہیں ، جو کسی طرح بھی قاضی محمد اعلیٰ کے سنہ وفات سے مطابقت نہیں کرتے ، لیکن اس فروگذاشت کی وجہ سے قاضی محمد اعلیٰ کے سنہ وفات ۱۱۹۱ ھ کی اطلاع کسی طور متاثر نہیں ہوتی ، کیونکہ اولاً اس سنہ کی توثیق کے لئے متعدد شواہد موجود ہیں علاوہ ازیں خود مفتی صاحب نے اس مصرعہ کے تحت ۱۱۹۱ ھ درج کیا ہے، نیز یہ امر بھی اس کی صراحت کر رہا ہے کہ اس صفحہ پر درج تمام وفیات اور کلمات تاریخ ۱۱۹۱ ھ یا ۱۱۹۰ ھ سے تعلق رکھتے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ مصرعہ تاریخ کی کتابت میں کوئی حرف سہواً ترک ہو گیا ہے، اس لئے اصل اور قابل اعتماد سنہ وفات ہے جو اس مصرعہ کے نیچے بھی درج ہے، نہ کہ مصرعہ تاریخ کے ابجدی اعداد .

مدفن

قاضی محمد اعلیٰ تھانہ بھون کی مشہور تاریخی مسجد معروف بہ پیر محمد والی سے ملحق قبرستان میں دفن کئے گئے ،(۲۸) اگرچہ اس قبرستان کے آثار ومقابر کو بےنام و نشان ہوئے ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا ہے مگر عجب اتفاق ہے کہ قاضی محمد اعلیٰ کی

قبر آج تک اسی طرح محفوظ ہے ، یہ قبر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے اندرونی احاطہ کے جنوب مشرقی گوشہ میں واقع ہے ، حکیم محمد عمر چرتھاولی لکھتے ھیں :

،،ایک طرف گوشہ جنوب و مشرق اجاطہ مسجد میں مولوی محمد اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مثل پارہ ابر شجر اخضر کے پائے میں خدا کے همسائے میں (واقع ہے) (۲۹) ،،

مصنفات اور علمی آثار و باقیات

دریافت آثار و قرائن کے مطابق قاضی محمد اعلیٰ کا دامن دنیاوی خرخشوں سے پاک اور ازدواج وعیال کے بندھن سے آزاد رھا ، قاضی صاحب نے تقریباً ستر اکتھر سال عمر پائی اور تمام زندگی علمی دینی خدمات کی بجا آوری ، فقه و فتاویٰ کی گرہ کشائی اور تصنیف و تالیف میں یکسر مشغول گزاری ، گویا کچھ اوپر پچاس برس درس تعلیم افتاء و قضات اور مطالعه و تحقیق میں بسر فرمائی ، اور ظاهر ہے که قاضی محمد اعلیٰ جیسا عالی مرتبت اور صاحب علم و بصیرت شخص جس نے اوائل عمر میں کشاف اصطلاحات الفنون جیسی گرانمایه کتاب کی تصنیف پر توجه کی ھو اپنی بقیه زندگی میں تحریر و تصنیف کے ذوق سے غافل اور بے تعلق نہیں رھا ھوگا اس لئے قاضی کی مؤلفات و تصنیفات کی فہرست طویل اور ان کے لکھے ہوئے فتاوی کی تعداد کثیر ھونی چاھیئے تھی ، کثرت تصانیف کا خیال اس لئے بھی قرینِ قیاس ہے که کشاف اصطلاحات الفنون کے علاوہ قاضی صاحب کی معلوم تمام تصنیفات تقریباً ۱۱۷۲ ھ سے ۱۱۸۰ ھ تک کی یادگار ھیں ، اور جو قلم اس عمر میں ایسا رواں دواں رھا ھو اس نے جوانی اور جوش و جذبات کے دور میں کیا کیا گل افشانیاں نه کی ھوں گی، مگر افسوس که ھمیں قاضی صاحب کی

صرف چار تصنیفات اور دو کتابوں پر حواشی کا علم ہو سکا ہے، قدیم تصنیفات کا کچھ سراغ نہیں ملا ۔

مصنفات میں کشاف اصطلاحات الفنون ، احکام الاراضی ، قواعد ذوی الارحام ، اور رسالہ تکسیرو اوفاق کے نام آ رہے ہیں اور حواشی میں حاشیہ فتاوی حمادیہ اور حاشیہ رسالہ اقلیدس کا تذکرہ ہوگا ، اسی فہرست میں قاضی محمد اعلیٰ کی مملوکہ و مکتوبہ صحیح بخاری کا تعارف بھی شامل ہے قاضی صاحب کے حوالہ سے ایک اور کتاب بیاض قاضی محمد اعلیٰ کا ذکر بھی آئیگا، اگرچہ کسی بیاض کا مؤلفات کی فہرست میں تذکرہ کیا جانا معمول نہیں لیکن قاضی صاحب کے متعلق معلومات کی جستجو میں اس کو فراموش نہ کیا جانا چاھئیے ۔ نیز اصول حدیث کے بعض رسائل اور چند کتابیں ایسی ھمارے علمی ذخیرہ میں موجودہ ہیں جن کی نسبت خیال ہے کہ وہ قاضی محمد اعلیٰ کے کتب خانہ کی یادگار ہیں مگر زیر نظر صفحات میں ان کا تذکرہ بے محل ہوگا ۔ اس کے علاوہ ایک اور علمی خزانہ جو قاضی محمد اعلیٰ کی ذہانت اور جودت فکر کی یادگار ہے وہ تحریرات و مراسلات ہیں جو واللہ بما یعملون محیط کی قرأت کی تحقیق اور متعلقہ مباحث کی تفصیلات پر مشتمل ہے ، اس میں اس آیت کی قرأت وغیرہ کے متعلق قاضی صاحب کی رائے، ان کے استفسارات اور علمائے عصر کے جوابات ہیں ، اگرچہ یہ ایک اہم سرمایہ ہے مگر اس کی تفصیلات کسی اور فرصت کی متقاضی ہیں اس لئے یہ بحث بھی زیر نظر صفحات میں شامل نہیں ۔

اولاً احکام الاراضی ، قواعد ذوی الارحام اور رسالہ تکسیر و اوفاق وغیرہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں ، آخر میں کشاف اصطلاحات الفنون کے متعلق بعض معلومات سے استفادہ کیا جائے گا ۔

۱ ۔ احکام الاراضی

اراضی ھند کی شرعی حیثیت کی تحقیق و تعیین ، ان میں عشر و خراج واجب ھونے کا مسئلہ صدیوں سے علماء کی توجہ کا مرکز اور بحث و نظر کا موضوع رہا ہے، ھر دور میں علمائے کرام اس پر مختلف پیرایوں میں اظہار خیال فرماتے رھے ھیں ، اسی مبحث پر قاضی محمد اعلیٰ نے اپنی اس تالیف میں بحث فرمائی ہے۔

قاضی محمد اعلیٰ کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ :

ھندوستان کی زمینیں عشری ھیں نہ خراجی، نہ زمینداروں اور کاشتکاروں کو اس کا مالک قرار دیا جا سکتا ۔ یہ اراضی بیت المال کی املاک کا حصہ ھیں اور ان کے لئے فئے بیت المال کی تعبیر موزوں ہے اور شرعی طور پر ان کا وھی حکم ہے جو اَئمہ ثلثہ کے نزدیک سواد عراق کا اور فقہاء حنفیہ کے یہاں سر زمین مصر کا ہے ، قاضی صاحب نے اپنی یہ رائے کئی موقعوں پر مختلف الفاظ میں ذکر فرمائی ہے ، اختتام کلام پر واضح اور فیصلہ کن الفاظ میں کہتے ھیں :

,,از آنچہ مذکور شد ثابت و واضح گشت کہ اراضی بلاد ھند فئ بیت المال اند و مملوکہ ذمیاں نیستند باتفاق آئمہ اربعہ ، اما نزد ثلثہ پس ظاھر است ، چہ نزدشان اراضی از ترک در ایدی کفرہ بخراج مملوک آں کفرہ نمیشود۔

پس حال ایں اراضی مثل حال اراضی سواد عراق باشدنزد اَئمہ ثلثہ کہ فئ است و ماخوذ از آں اجرت است نہ خراج ، وامانزد امام ابی حنیفہ و اصحاب او پس برائے آنکہ ترک اراضی درایدی کفرہ بخراج منقول بچیزے صحیح نیست ، باوجود عدم تصویر ایں ضورت و دلالت افعال سلاطین بخلاف آں ، پس حال ایں اراضی نزد حنفیّہ مثل حال اراضی مصر باشد کہ خراجیہ نیست و ماخوذ ازوے اجرت است و

خراج نیست بحسب حقیقت بلک بحسب تسمیه فقط ۔

پس بیع و شراقریات مع اراضی مزروعه وغیره که زمینداران بدعوی تملک خودها مرجمیع اراضی میکنند و مروج شده باطل است که بیع وشراء غیرمملوک جائز نبا شد سیما اراضی مباحه وتوابع قریه وغیر آں که مملوک احدے نیست بلا شک و شبه و نه در قبضه آں کفره باطل باشد قطعاً و یقیناً ۔ والله تعالی اعزو اجل اعلم وبالصواب » (٣٠) یہی خیال اس کتاب کے تمام مباحث کا محور اور بنیادی نقطه فکر ہے۔

احکام الاراضی میں قاضی صاحب نے اپنی رائے خاصی وضاحت اور تفصیل سے مرتب طریقه پر پیش فرمائی ہے اور مطالب و مباحث کی وضاحت وتفہیم کے لئے کتاب کو متعدد ابواب و عناوین پر تقسیم کیا ہے اصل موضوع پر گفتگو سے پہلے ان مباحث ومسائل پر کلام کیا ہے جو کسی بھی ملک کی اراضی کی شرعی حیثیت متعین کرنے میں اساس وکلید کی حیثیت رکھتے ھیں ، مولف نے اولاً دار الحرب اور دارالاسلام کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے بیت المال اور اس کے ذرائع آمدنی پر اظہار خیال کیا ہے ، اس کی ملکیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور آخر میں اصل زیر بحث مسئله اراضی هند کی شرعی حیثیت اور اس میں عشر اور خراج نه هونے کی رائے کی توثیق فرما کر کتاب ختم کر دی ہے۔

احکام الأراضی کل کتنے ابواب پر مشتمل ہے یه فیصله آسان نہیں ، قاضی صاحب نے اس کی صراحت نہیں کی اور ,,ورتبتہا علی ابواب » کہه کر گزر گئے هیں ، اور دریافت نسخے مضامین اور ترتیب ابواب و عناوین میں مختلف هیں ، نسخۂ انڈیا آفس اور نسخه مخزونه نیشنل میوزیم کراچی چار ابواب پر مشتمل ہے ، ترتیب اس طرح ہے :

الباب الاول   فی بیان معنی دارالاسلام ودارالحرب و الفئی و الغنیمة و
نحو ذالک مما یتعلق بہذا الباب ـ
الباب الثانی   فی بیان احکام اراضی دارالاسلام ـ
الباب الثالث فی بیان انواع الاراضی باعتبار کون مالکہا معروفا او
مجہولا ـ
فصل   فی بیان حکم الشئی اذا وجد فی ید احدعقارا کان اوغیرہ ـ
فصل   فی بیان تفسیر الموات و حکمہ
فصل   فی الکنز
الباب الرابع   فی بیان احکام اراضی بلاد الہند ـ
فصل   فی بیان تطبیق الروایات الواردة فی ہذا الباب علی الاصول
الشرعیہ ـ" (۳۱)

تقریباً یہی ترتیب نسخہ مخزونہ خدا بخش لائبریری پٹنہ کی ہے ، اگرچہ جزوی اختلافات بھی تاہم بڑی حد تک ایک ہیں لیکن مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں محفوظ دونوں نسخے ترتیب اضافات و ترمیمات میں مذکورہ بالا نسخوں سے خاصے مختلف ہیں اس اختلاف ترتیب اور اضافات کے پیش نظر موخر الذکر نسخوں کو نسبةً زیادہ لائق اعتماد اور احکام الاراضی کی ترتیب و اشاعت کے وقت بنیاد و اساس قرار دینا چاہیئے ـ

احکام الاراضی کے متعدد نسخے مختلف کتاب خانوں میں محفوظ ہیں بعض اور نسخوں کا بھی مختلف مآخذ سے علم ہوتا ہے مگر ان کی تفصیلات دریافت نہیں معروف نسخوں میں انڈیا آفس نیشنل میوزیم کراچی ، نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی ، خدا بخش پٹنہ اور علی گڑھ میں محفوظ دو نسخے شامل ہیں ـ جن نسخوں کا حوالہ ملتا ہے تعارف اور نسخے مفقود ہیں ان میں ہماری خاندانی کتب خانہ

کا نسخہ ، سنٹرل لائبریری بھوپال کا نسخہ اور وہ نسخہ شامل ہے جو ھنٹر کے ذاتی ذخیرہ میں موجودہ تھا ، تفصیلات درج ذیل ھیں :

الف : نسخہ انڈیا آفس لائبریری

انڈیا آفس لائبریری میں احکام الاراضی کا ایک نسخہ جو ترقیمہ کاتب و سنہ کتابت سے محروم ہے[۳۲] عکس سے شبہ ھوتا ہے کہ نسخہ مؤلف ہے مگر مصنف کی تحریر سے مشابہت کے علاوہ کوئی اور علامت اس پر ایسی درج نہیں جو اس کے نسخہ مؤلف ھونے پر گواہ ھو ، بھرحال خاصا قدیم نسخہ معلوم ھوتا ہے۔

ب : نسخہ نیشنل میوزیم پاکستان

کراچی نیشنل میوزیم میں احکام الاراضی کا ایک نسخہ جو ۱۲۷۹ ھ کا مکتوبہ اور ۷٦ صفحات پر مشتمل ہے۔[۳۳] یہ نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے ذخیرہ مخطوطات کے ساتھ میوزیم منتقل ھوا ہے ، اسی لئے کبھی نسخہ انجمن کے نام سے اور کبھی نسخہ نیشنل میوزیم کراچی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

ج : نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ

خدا بخش لائبریری میں احکام الاراضی کے دو نسخے محفوظ ھیں ایک نسخہ جو مجموعہ نمبر ۹ میں شامل ہے اناسی(۷۹) اوراق پر مشتمل ہے اس پر سنہ کتابت درج نہیں ۔ دوسرا نسخہ جو ۱۲۵۹ کا مکتوبہ ہے اکتالیس اوراق میں ہے ،[۳۴] راقم سطور کو ان نسخوں سے استفادہ کا موقع نہیں ملا ، اگرچہ خدا بخش کے مخزونہ ایک نسخہ کا عکس راقم سطور کے سامنے ہے مگر یہ عکس ناقص الآخر ہے ، تاھم صفحات کی ترتیب سے اندازہ ھوتا ہے کہ یہ اول الذکر نسخہ کا عکس ہے۔[۳۵] بھرحال یہ نسخہ جس کے عکس کا تذکرہ ہے ترتیب کے لحاظ سے انڈیا آفس اور نسخہ کراچی کے مماثل ہے مگر اغلاط

سے پر ہے۔ دوسرے نسخہ کی تفصیلات ھمدست نہیں۔

د : نسخہائے آزاد لائبریری ، علی گڑھ

مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں احکام الاراضی کے دو نسخے اور ایک اردو ترجمہ محفوظ ہے ، متن کا ایک نسخہ یونیورسٹی کلکشن میں اور ایک عبدالسلام کلکشن میں ہے ، (۳٦) اردو ترجمہ بھی اسی موخر الذکر ذخیرہ کی زینت ہے ، مگر عجب اتفاق ہے کہ تینوں نسخے ترقیمہ کاتب اور سنہ کتابت سے محروم ھیں ، تاھم یونیورسٹی کلکشن کا نسخہ نسبتاً صحیح اور پرانا معلوم ھوتا ہے ، اور ذخیرہ عبدالسلام کا نسخہ اگرچہ متأخر ہے مگر اپنے بعض حواشی اور فوائد کی وجہ سے قدیم نسخہ پر امتیاز رکھتا ہے،

اور یہ بھی خیال ہے کہ ذخیرہ عبدالسلام میں محفوظ اصل متن اور ترجمہ دونوں کا کاتب ایک ہے۔ وہ اگرچہ کم سواد نہیں ہے مگر متن کی اصلاح و تحقیق سے قاصر رہا ہے ، نیز اس نسخہ کے نسخہ یونیورسٹی سے اختلافات کی بنا پر یہ کہنا بھی درست ھوگا کہ اس کی اساس مذکورہ نسخہ پر نہیں ہے ، دونوں نسخے الگ الگ قدیم نسخوں سے نقل ھوئے ھیں اور دونوں میں خفیف جزوی اختلافات ھیں ، نسخہ عبدالسلام میں متعدد عبارتیں ترک ھو گئی ھیں اور سہو کاتب یا املا کی غلطیاں بھی خاصی ھیں مگر غالباً یہ اسی نسخہ کی دین ھیں جو اس کی اصل و اساس ہے۔ کیونکہ ناقل نے آخر میں لکھدیا ہے : بالاصل مقابلہ کردہ شد "۔ یونیورسٹی ذخیرہ کا نسخہ دونوں لحاظ سے بہتر ہے غلطی بھی نسبتاً کم ہے اور اضافات بھی دستیاب ھیں مگر ذخیرہ عبدالسلام کا نسخہ فروگذاشتوں کے باوجود حواشی پر بعض مفید اضافات نیز جابجا متن میں درج ذیلی مباحث و فوائد کی نشاندھی میں منفرد ہے ، اور بحیثیت مجموعی یہ دونوں

نسخے احکام الاراضی کے اور نسخوں سے ترتیب ابواب و عناوین اور اختلاف مباحث و عبارات میں بہت مختلف ھیں ، اس حد تک کہ بعض مباحث میں نسخہائے علی گڑھ اور دوسرے معلوم نسخے جداگانہ تصانیف معلوم ہوتے ھیں مگر کلمہ افتتاح میں سب متحد ھیں اس لئے یہ فیصلہ نادرست ہوگا کہ یہ الگ الگ تصنیفات ھیں مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ بعض نسخے مؤلف کی اولین روایت یا تحریر پر مبنی ھیں اور بعض آخری اور محقق روایت پر ، اگر یہ قیاس درست ہو تو نسخہائے علی گڑھ زیادہ قابل اعتماد اور متأخر روایت قرار پائیں گے ۔

نسخہ یونیورسٹی کلکشن باسٹھ اوراق پر مشتمل ہے ، فی صفحہ گیارہ سطور ھیں ، تحریر عمدہ پختہ قلم رواں اور صاف ہے ، نسخہ عبدالسلام انچاس ورق پر آیا ہے فی صفحہ ۱۵ سطریں ھیں تحریر نستعلیق ہے مگر بہت عمدہ اور غلطیوں سے پاک نہیں دونوں نسخے ترقیمہ کاتب ، سنہ کتابت نیز ایسی علامتوں سے یکسر خالی ھیں جن کی مدد سے ان کے زمانہ تحریر کا اندازہ ہو سکے لیکن اگر کاغذ کی بنا پر فیصلہ درست ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ نسخے تقریباً اواخر تیرھویں صدی کی یاد گار ھیں ۔

ز : ترجمہ احکام الاراضی

اسی کاتب کے قلم سے جس نے نسخہ عبدالسلام کی کتابت کی ہے اس ذخیرہ میں احکام الاراضی کا ایک اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے، اوپر گزر گیا ہے کہ اس نسخہ پر مترجم کاتب سنہ کتابت یا اس خدمت کے محرک کا حوالہ و تذکرہ کچھ درج نہیں ، نسخہ عبدالسلام مترجم کے پیش نظر ہے ، اگرچہ ترجمہ کی زبان اس عہد کے لحاظ سے خاصی ہے مگر بعض مقامات پر الجھی ہوئی اور غیر

واضح سی ہے ، مترجم بعض مرتبہ فارسی عبارتوں کا ترجمہ نظر انداز کر دیتا ہے اور کبھی توضیح مطالب کے لئے ترجمہ کے بعد فارسی عبارت بھی قوسین میں نقل کرتا ہے ۔ یہ عمل آخری ابواب میں کچھ زیادہ ہو گیا ہے ، بعض عبارتیں بلا ترجمہ جوں کی توں نقل کر دی گئی ھیں مگر ان فروگذاشتوں کے باوجودہ ایک قابل قدر کوشش ہے ، نمونہ ترجمہ درج ذیل ہے :

قد سبق الی اوهام اکثر العلماء ان اراضی الهند خراجیة مملوکة للذمیین القابضین لها الآن بل اشتهر فی اکثر المواضع انها مملوکة لرؤسائهم المسلمین حتی جوزوافیها تصرفاتهم التملیکیة من البیع و الشراء والهبة و نحوها کما هو حکم الاراضی الخراجیة .

وسبب توهمهم انهم وجدوهم قابضین لها یداً بید قبضا قدیما والید دلیل للملک ظاهر وقد وقع فی القنیة وغیرها من انه لیس للامام ان یخرج شیئاً من ید احد لا بحق ثابت معروف ولم یتفطنوا ان الید انما تکون دلیلا علی الملک ظاهرا اذا کانت بلامتنازع وههنا ایدی السلاطین القدیمة والجدیدة تنازع ایدی الکفرة ـ ـ ـ الخ ـ

,,عبدضعیف محمد اعلیٰ کہتا ہے کہ اکثر علماء کو یہ وہم ہوا ہے کہ بلاد ہند کی زمین خراجیہ ہے اور ان کفار ذمی کی ملکیت ہے جو اس وقت اس پر قابض ھیں ، بلکہ اکثر مقام پر یہ مشہور ہوا ہے کہ وہ اراضی روساء کی ملکیت ھیں، یہاں تک کہ اس اراضی میں روساء کو تصرفات ملکیہ از قسم بیع و شراء و ہبہ وغیرہ جائز ھیں جیسا کہ حکم اراضی خراجیہ کا ہے ، اور ان علماء کے توہم کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے روساء کو قابض اراضی یکے بعد دیگرے قدیم الایام سے پایا ہے اور قبضہ بظاھر دلیل ملکیت ہے ـ اور قنیہ وغیرہ میں واقع ہوا ہے کہ امام کو کوئی چیز کسی شخص سے بلا ثبوت حق معروف کے نہیں

لینا چاهیے ، اور علماء نے یہ سمجھا کہ قبضہ اس وقت دلیل ملک بظاهر ہے ، جس وقت کوئی جھگڑا کرنے والا نہ ہو ، اور یہاں یہ حال ہے کہ سلاطین قدیم و جدید کفار سے همیشہ لڑتے جھگڑتے رہے ہیں " - (۳۷)

یہ نسخہ جو پچاس اوراق پر مشتمل ہے ، اگرچہ اس کا کاغذ خستہ و خراب ہے تاهم محفوظ ہے ۔

احکام الاراضی کے جن نسخوں کا صرف حوالہ ملتا ہے نسخے مفقود ہیں ان میں سے ایک نسخہ همارے خاندانی کتبخانہ کی زینت تھا یہ نسخہ خلاصہ محیط برهانی کے ایک قدیم مخطوطہ کے ساتھ مجلد تھا اور قرین قیاس ہے کہ احکام الاراضی کا یہ نسخہ مؤلف کے قلم سے یا نسخہ مؤلف کی نقل ہو ، یہ نسخہ تقریباً ۱۹۵۲ء کے بعد تک موجود تھا اس کے بعد سے تاحال اس کا کچھ پتہ نہیں کہ کہیں پڑا ہے یا ضائع ہو چکا ہے ۔ ایک نسخہ کا حمیدیہ (سنٹرل) لائبریری بھوپال کے رجسٹر کتب میں اندراج ہے (۳۸) مگر یہ نسخہ بھی اپنی جگہ پر موجود نہیں ، ایک اور نسخہ پروفیسر بلاخ مین کو تھانہ بھون سے قاضی محمد اعلیٰ کے اهل خاندان سے حاصل ہوا تھا ، اس نسخہ کی غالباً نقل ہنٹر (W. W. Hunter) کے زیر مطالعہ تھی(۳۹)، یہ دونوں نسخے کہاں گئے کیا ہوئے راقم سطور کو معلوم نہیں ۔

اگرچہ احکام الاراضی آج تک شائع نہیں ہوئی مگر مؤلف کے عہد سے عصر حاضر تک هر دور میں خاصی معلوم و متعارف رهی ہے ، هر زمانہ میں اهل علم وفضل ، ارباب فقہ وفتاویٰ ، اور اصحاب تحقیق وتصنیف اس سے برابر نقل و استفادہ کرتے رہے ہیں ، مؤلف کے هم عصر اساطین فضل و کمال احکام الاراضی سے واقف اور اس کے قدر داں تھے ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ ھ) نے قاضی محمد

اعلیٰ کے نظریات خصوصاً مدد معاش کے ضمن میں قاضی صاحب کی رائے پر مفصل اظہار خیال کیا ہے ، (۳۰) اور حضرت شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ ھ) اپنے فتاویٰ میں قاضی صاحب کے اس رسالہ کا ذکر کرتے ھیں اور اس پر اظہار اعتماد فرماتے ھیں ، (۳۳) ، اس موقع پر حضرت شاہ صاحب کی تحریر سے عیاں ہے کہ وہ قاضی محمد اعلیٰ کے علم و فضل کے مداح و معترف ھیں ۔ احکام الاراضی کے مباحث پر اعتماد اور اس سے اخذ و استدلال کرنے والے نسبةً متأخر علماء میں فخر المتأخرین حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی (م ۱۳۰۴ھ) (۳۲) اور امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری (م۱۳۵۲ھ) (۳۳) کے اسمائے گرامی سر فہرست ھیں جو برصغیر ھند و پاکستان میں کاروان حفاظ حدیث کے آخری قافلہ سالار اور بحر فضل و کمال کے آخری مسافر تھے ۔

حالیہ چند برسوں میں احکام الاراضی کے حوالہ سے دو اھم اور قابل ذکر کام ھوئے ھیں جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے اس کا مفصل تجزیاتی تعارف کرایا ہے (۳۳) اور جناب مولوی عبدالخالق صاحب ھارون آبادی (بھاول نگر ۔ پاکستان) نے اس وقت تک دریافت تمام نسخوں سے استفادہ کر کے احکام الاراضی کا متن مرتب کیا ہے (۳۵) اور مؤلف سے اصل مآخذ سے مراجعت و تحقیق کی ہے ۔ امید ہے اس نسخہ کی اشاعت سے احکام الاراضی کا معتبر متن میسر آئے گا اور ایک اھم علمی ضرورت پوری ھو سکیگی ۔

۲ ۔ قواعد ذوی الارحام

جیسا کہ نام سے معلوم ھو رھا ہے یہ کتاب فرائض کے موضوع پر خصوصاً ترکہ میں ذوی الارحام کے حقوق و حصص کی تفصیلات پر

مشتمل ہے۔ قواعد ذوی الارحام کا واحد معلوم نسخہ جو مؤلف کے قلم سے بتایا گیا ہے سہارن پور (یو پی) میں ایک صاحب کے قدیم آبائی ذخیرہ کی گنی چنی باقیات میں شامل ہے۔ ان کرمفرما کے بار بار وعدوں اور راقم سطور کی ممکنہ کاوش و جستجو کے باوجود اس نسخہ کی زیارت اور اس سے براہ راست تعارف و استفادہ ممکن نہیں ہو سکا تاہم مالک نسخہ نے قواعد ذوی الارحام کے جو احوال و کوائف بتائے اور لکھ کر دیئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۷۵ ھ کی تالیف اور مؤلف کے موئے قلم کی یادگار ہے، اور تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ نیز اس پر درج بعض عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے ذخیرہ سے آئی ہے۔

درج بالاکوائف کے مطابق قواعد ذوی الارحام کا سنہ تالیف ۱۱۷۵ ھ ہے لیکن اگر قواعد ذوی الارحام تاریخی نام ہے تو اس کا سنہ تالیف ۱۱۷۷ ھ ہونا چاہیئے۔

۳۔ رسالہ تکسیر و اوفاق

تکسیر واقیت ایک قدیم اور معروف و مقبول فن ہے اور اس موضوع پر تالیف و تحریر کا سلسلہ بھی خاصا پرانا ہے مگر قاضی محمد اعلیٰ کو اس مبحث پر کوئی ایسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی جو اس کے تمام پہلوؤں کی جامع اور فنی لحاظ سے لائق اعتماد ہو، قاضی صاحب کی نظر سے اس طرح کی جو کتابیں گزریں وہ مختلف حیثیتوں سے ناقص و ناتمام تھیں اور ان میں عام طور پر معروف و مروج نقوش کا تذکرہ تو ملتا تھا مگر کم یاب اور قلیل الاستعمال نقوش کی تفصیلات ان کی مختلف قسمیں ان کی رفتار، ان کے پر کرنے کے طریقے ان کی ترتیب و تدوین، کثیر البیوت نقوش کی مختلف

چالیس اور ان کی الگ الگ مختلف تاثیرات کا ایک جگه تذکره نهیں تھا ، قاضی صاحب نے جو اس فن پر بھی کامل دسترس اور محققانه نگاه رکھتے تھے اس ضرورت کا احساس فرماتے هوئے یه کتاب مرتب فرمائی ، قاضی صاحب تحریر فرماتے هیں :

,,چوں طرق پر کردن اوفاق در کتب این فن که بنظر مفصل نبشته دیده نشد بلکه اکتفابصور بعضے ازاں کرده اندو دربقیه اصلاً تعارض بآں هم نکرده اند مگر نادراً ، مثل طریق مثلث و مربع و وفق زوج الزوج ویرکردن اوفاق بوضع اوفاق صغیره درجوف وفق کبیر که مجملا بذکر صور آں پرداخته اند ، لهذا ایں مؤلف بموهبت وفیضان الملک العلام بذکر آں طرق مضلاً مع براهین اجمالیه آں درجمیع اوفاق پرداخته وداخل کتاب ساخته تا ایں فوائد عجیبه وغریبه مفقود نشوند ـ والحمدلله علی ذالک ،، (۳۶)

رساله تکسیر و اوفاق کشاف اصطلاحات الفنون کی تالیف کے بعد کسی وقت مرتب هوا ہے ، سنه تالیف متعین طور پر معلوم نهیں لیکن اگر اس کا نام ,,رسالة تکسیر و اوفاق ،، ابجدی اعداد پر مرتب ہے تو ۱۱۸۰ سنه تالیف ہے ـ

رساله تکسیر و اوفاق کا معلوم ومنفرد نسخه مؤلف کے قلم سے کشاف اصطلاحات الفنون کے خطی نسخه مخزونه مولانا آزاد لائبریری ، علی گڑھ کے ساتھ ملحق ہے ـ یه رساله ۱۹ : ۳۰ سینٹی میٹر سائز کے پندره ورق پر مشتمل ہے ، ورق ٦۳۲ سے ٦۴۷ تک ـ یه رساله فارسی میں ہے اور اس کا آغاز ان کلمات سے هوا ہے :

,,و الکسر عند الاوفاق عبارة عما بقی من قسمة بعض العدد المطلوب وضعه فی وفق من الاوفاق علی عدد بیوت ضلع اضلاع ذالک الوفق بطریق متعینة . پس میگویم اگر خواهند عددے رادر

وفقے نہند بتزایدے که خواهند مثل تزایدیک یک یا دو دو یا سه سه یا مانندا آن ... الخ » (۴۷)

جس طرح سے یه رساله کشاف اصطلاحات الفنون کے آخر میں نقل کیا گیا ہے اس سے خیال ھوتا ہے که مصنف اس بحث کو کشاف میں شامل کرنا چاھتے تھے مگر اس موقع پر جہاں اس کو ذرج ھونا چاھئے تھا قاضی صاحب نے کوئی اشاره درج نہیں کیا جس سے اس ملحق اور ضمیمه کا علم ھوتا ، غالباً اسی وجه سے یا مرتبین کشاف اصطلاحات الفنون کی بے توجہی کے سبب کشاف میں شامل نہیں کیا گیا ، لهذا اب اس کو ایک مستقل تصنیف کی حیثیت سے دیکھنا چاھئے ، اس لئے راقم سطور نے بھی اس کا مستقل تذکره کیا ہے۔

۴ ۔ بیاض

مفتی الٰهی بخش کی مختلف تحریرات سے معلوم ھوتا ہے که قاضی صاحب کی ذاتی بیاض جو مختلف علوم کا خزانه خصوصاً فقه کے بہترین منتخبات کا گنجینه تھی ، مفتی الٰهی بخش کے کتب خانه میں آ گئی تھی ، مفتی صاحب نے اس سے خاصا استفاده کیا ہے اور اس کی مدد سے متعدد کتابوں خصوصاً فتاوی حمادیه کے حواشی پر مفید اور اهم نکات ومسائل کا اضافه کیا ہے ، (۴۸) مفتی صاحب کی تحریرات میں جس کثرت سے اس سے نقل و استفاده ھوا ہے (۴۹) اس کے پیش نظر یه خیال کچھ غلط معلوم نہیں ھوتا که یه بیاض بہت ضخیم اور مختلف موضوعات کے اهم مباحث کا ایک بڑا ذخیره تھی افسوس که مفتی صاحب کی تحریرات میں درج اقتباسات سے اس کے تعارف کے سلسله میں مزید رهنمائی نہیں ملتی ، اور یه بھی معلوم نہیں که بعد میں اس پر کیا گزری اور اب کہاں کس حال میں ہے۔

قاضی محمد اعلیٰ کی قلمی یا ان کے حواشی سے مزین کتابیں

ذخیرہ مفتی الٰہی بخش کے باقی ماندہ آثار میں قاضی محمد اعلیٰ کے کچھ اور تبرکات و نوادر بھی محفوظ ھیں ، ہر چند کہ ان کا تصانیف کے ضمن میں تذکرہ موزوں نہیں لیکن ایک یادگار کے طور پر ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے، ان نوادر میں مختلف تحریرات و مراسلات کے علاوہ جو اس وقت شامل تعارف نہیں ھیں ۔ قاضی صاحب کی مکتوبہ صحیح بخاری نیز فتاوی حمادیہ اور تحریر اقلیدس پر مختصر حواشی سرفہرست ھیں ۔

صحیح بخاری

صحیح بخاری کا ایک خاصا عمدہ اور لائق استفادہ نسخہ جو جلد ثانی کے ربع آخر یعنی کتاب الاضاحی سے آخر کتاب تک ہے ، قاضی محمد اعلیٰ کے قلم کی یادگار ہے ، اگرچہ اس کتابت کے جو بلاشبہ قاضی محمد اعلی کے قلم سے ہے آخری اوراق موجود نہیں جس سے اس کے ترقیمہ اور سنہ کتابت کا علم ہو سکتا ، مگر نسخہ کا سواد تحریر صاف بتا رہا ہے کہ یہ قاضی محمد اعلیٰ کا قلم ہے۔ بعض حواشی پر قاضی صاحب کے دستخط بھی ثبت ھیں ۔ اکثر نسخہ قاضی محمد اعلیٰ کے قلم سے ہے صاف عمدہ اور رواں نستعلیق میں کتابت ھوا ہے ، صحت کتابت اور ترتیب اعراب کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ، ابواب کے عناوین اور ہر روایت کا سر آغاز لفظ ,,ثنا،، سرخ روشنائی سے ممتاز ہے ، کہیں کہیں بین السطور میں اور کہیں حاشیہ پر ضروری مگر بہت جامع اور مختصر حل مطالب یا ترجمہ درج ہے ، ترجمہ فارسی میں ہے۔ حواشی کی ترتیب میں اکثر تیسیر القاری سے اور گاہ گاہ فتح الباری اور کرمانی سے مدد لی گئی ہے۔

بیشتر حصہ نستعلیق قلم سے قاضی محمد اعلیٰ کی کتاب ہے مگر بیچ بیچ میں دو تین موقعوں پر متعدد اوراق خط نسخ میں بھی شامل ھیں ، ان کے حواشی اور بین السطور میں بھی قاضی صاحب کی تحریرات و افادات جلوہ گر ھیں ۔ قاضی صاحب کے مکتوبہ نسخہ سے یہ اوراق کسی وجہ سے ضائع ہو گئے ہوں گے جو قاضی صاحب نے کسی اور شخص سے نقل کراکر اپنے نسخہ میں شامل کئے ھیں ۔ اس نسخہ میں ایک اور ترمیم قاضی صاحب کی وفات کے بعد مفتی الٰہی بخش کے قلم سے ھوئی ، مفتی صاحب نے اس نسخہ کے آخری آٹھ ورق خود کتابت کر کے اس میں شامل فرمائے ,,باب کلام الرب یوم القیامة مع الانبیاء وغیرھم " سے آخر کتاب تک ، یہ نقل وکتابت ربیع الاول ۱۱۹۸ ھ (فروری ۱۷۸۴ ء) میں سر انجام پائی ، مفتی صاحب ترقیمہ کتابت میں لکھتے ھیں :

,,تم الجامع الصحیح المسند للبخاری ۔ بید احوج الناس الی شفاعة النبی صلی اللہ علیه وسلم ، الفقیر الٰہی بخش عفی عنه ، و وفق بعمل مرضی له ۔ صلی اللہ علیه وعلی آله واصحابه ۔

ھذا التحریر فی بلدة غوث گڑھ ۔ ۱۱۹۸ ھ ھجریه مقدسه ۔ فی ربیع الاول لعشر عضین منه " ۔

فتاوی حمادیه

حمادیه ، ھندوستان میں مرتب فقه حنفی کے معروف و متداول مراجع میں شامل رھا ہے اور ایک زمانه میں خاصا مقبول ومعتمد بھی تھا ۔ اس کا ایک قدیم نسخه جو غالباً گیارھویں صدی ھجری کی یاد گار اور قاضی محمد اعلیٰ کے افادات و تحریرات سے گرانبار ہے متروکات مفتی الٰہی بخش میں محفوظ ہے ۔

اس نسخه پر اگرچه سنه کتابت تحریر نہیں مگر رسم خط اور

کاغذ اس کو وسط گیارھویں صدی کے مآثر میں شمار کراتے ھیں ، اور اس کے ورق اول پر درج ایک مہر جس میں ,,مفتی محمد صادق ۱۰۹۹ ھ ،، کندہ ہے ، اس اطلاع کی تصدیق کر رھی ہے۔ اس نسخہ کے حواشی پر قاضی محمد اعلیٰ کے قلم سے مختلف توضیحات اضافات اور تصحیحات درج ھیں ، اگرچہ ھر موقع پر دستخط ثبت نہیں مگر سواد تحریر سے قاضی صاحب کا قلم معلوم ھوتا ہے۔

اس نسخہ کی ایک اور خصوصیت جس کی وجہ سے باقیات قاضی محمد اعلیٰ میں اس کی بڑی اھمیت ہے ، یہ ہے کہ احکام الاراضی ترتیب و تدوین کے وقت حمادیہ کا یہ نسخہ قاضی صاحب کے پیش نظر تھا، غالباً اس موضوع کے مباحث و معلومات قاضی صاحب نے اولاً حمادیہ کے حواشی پر رقم کئے اور ان ھی معلومات کی اساس پر احکام الاراضی مرتب فرمائی ۔ اس نسخہ یا احکام الاراضی میں اس کی صراحت تو نہیں ہے مگر احکام الاراضی میں درج متعدد فقہی اقتباسات من وعن ان ھی الفاظ میں حمادیہ کے حواشی پر تحریر ھیں جو الفاظ احکام الاراضی میں نقل کئے گئے ھیں ، نیز احکام الاراضی کے موضوع پر متعدد فقہی مباحث اور فتاویٰ بھی مذکورہ حواشی کے پہلو بہ پہلو موجود ھیں جو اس خیال کے موئید ھیں کہ احکام الاراضی کی ترتیب و تدوین میں حمادیہ کے اس نسخہ سے اخذ و استفادہ ھوا ہے۔

یہ مخطوطہ قاضی محمد اعلیٰ کے ذخیرہ کے ساتھ مفتی الٰہی بخش کو ملا ، مفتی صاحب نے اس کے ضائع چھے ورق دوبارہ نقل کر کے شامل کتاب کئے اور آخر میں جو ترقیمہ کاتب سے محروم ہے یہ الفاظ درج فرمائے :

,,کفاک قول الناس فیما ملکته، لقد کان ھذا امرة لفلاں
درقوت نوشتن است شنگر فے که کرده ام ، ویک جز نومرقوم
گشته ـ کاتب الحروف الجدیده ـ الهی بخش بن شیخ الاسلام
عفی عنهما ـ اللهم انفع به الناس " ـ

حاشیه ـ تحریر اقلیدس ؟

باقیات مفتی الهی بخش میں ہندسه پر ایک خاصا قدیم مگر ناقص الطرفین عربی مخطوطه محفوظ ہے، راقم سطور کو تحقیق نہیں یه کیا کتاب ہے آثار بتا رہے ہیں که شاید تحریر اقلیدس ہو ـ مگر تحریر اقلیدس یا اس کتاب کا کوئی نسخه راقم سطور کو میسر نہیں آیا اس لئے فیصله نہیں کیا جا سکتا ، بہرحال یه مخطوطه تقریباً چار سو سال پرانا ہے ، اس وقت اس کے پینتیس ورق موجود ہیں ، ان اوراق پر شمار درج نہیں مگر ترتیب مضامین اس طرح ہے

المقالة الثالثه	خمسة وثلثون شکلا
المقالة الرابع	اذا احاطه شکلا بشکل ؟
المقالة الخامسه	خمسة وعشرون شکلا
المقالة السادسه	ثلاثة وثلثون شکلا
المقالة السابعه	سبعة وثلثون شکلا
المقالة الثامنه	خمسة وعشرون شکلا
المقالة التاسعه	ثمانية وثلثون شکلا

ان اوراق کے متعدد حواشی پر قاضی محمد اعلیٰ کے قلم سے نام کی صراحت کے ساتھ یا بلا صراحت حواشی درج ہیں ـ

متفرق کتب

متروکات قاضی محمد اعلیٰ میں بعض اور کتابیں بفضله تعالی اس وقت تک موجود اور لائق استفاده ہیں مثلاً عینی شرح

بخاری کی ایک جلد ، فتاویٰ سراجیه کا ایک مخطوطه نیز ایک مجموعه رسائل جیسے العشور الی وارالسرور، مولفه شیخ عطاء الله صدیقی سمرقندی ، مدرس دارالخلافه شاهجہان آباد ۔ بطور خاص قابل ذکر ہے۔(۵۰) موخر الذکر مخطوطه غالباً مولف کے قلم سے ہے اور کشاف اصطلاحات میں قاضی صاحب اس سے کثرت سے اخذ واستفاد کرتے هیں ۔ لیکن ان سب کا تعارف یہاں غیر ضروری ہے۔

کشاف اصطلاحات الفنون

مختلف علوم وفنون کی علمی فنی اصطلاحات کی قرأت وتفہیم ان کے معانی و مطالب کی صحیح تعبیر وتشریح ، ان کے آپس کے نازک رشتوں کی ضروری معلومات ، ایک جیسی مختلف اصطلاحات میں دریافت نقطۂ اتحاد ان کے باهمی دقیق فنی اختلافات اور ان کے درمیان معلوم معنوی فاصلوں کی تحقیق و تعیین دنیائے علم کا سب سے پہلا بنیادی فریضه اور اولین موضوع بحث ہے۔ مذهبی و شرعی ، عقلی و کلامی ، اسلامی و غیر اسلامی ، عربی ویونانی تمام علوم کا دارومدار ان هی اصطلاحات پر ہے ، کسی بھی علم و فن کی اصطلاحات کی صحیح تحقیق وتفہیم کے بغیر اس فن کے اصول و مبادی اور کلیات وجزئیات پر دسترس محال اور قطعاً ناممکن ہے۔

بعض اصطلاحات جن کا مختلف علوم و فنون کے متفرق مباحث سے تعلق ہے وہ بعض اور علوم کی اصطلاحات سے اس قدر مماثل و مشابه هوتی هیں اور کبھی کبھی ان میں اس قدر نازک اور بادی النظر میں غیر محسوس فرق هوتا ہے که ان کی صحیح تعریف اور مناسب استعمال میں ممتاز اهل علم سے بھی سہو و فروگذاشت

ممکن ہے ، اس طرح کی غلطیوں سے محفوظ رہنے کے لئے اعلی درجہ کی علمی فنی مہارت اور غیر معمولی بصیرت ودیدہ وری ضروری ہے یا کوئی ایسی لغت اور دائرۃ المعارف رہنما ہو سکتا ہے جس کی استنادی حیثیت اور جامعیت پر اتفاق ہو ، اسی لئے اسلامی علمی تاریخ کے ہر دور میں ایک ایسی تالیف کی ہمیشہ ضرورت محسوس کی گئی جس میں دنیائے اسلام میں معمول و مروج اکثر علوم و فنون کی اصطلاحات وتعبیرات کی تعریف وگرہ کشائی کی گئی ہو مگر چونکہ منزل دور اور راستہ سخت دشوار گزار تھا اس لئے بہت کم علماء اس وادی میں سرگرم سفر ہوئے ، جو لوگ اس راہ پر نکلے وہ راستے کی صعوبتوں سے ناواقف فاصلوں سے ناآشنا اور مسافتوں سے بےخبر تھے اسی لئے وہ دور تک نہ جا سکے ، کسی نے پہلی منزل پر پڑاؤ ڈالا ، کوئی دوسری منزل پر ٹھٹکا کسی نے تیسری منزل پر رخت سفر کھولا، غرض اکثر علوم و فنون کا کوہ ہمالہ کسی سے سر نہ ہو سکا، یہ سعادت حسنة من حسنات الاسلام الهندی ، (۵۱) قاضی محمد اعلیٰ تھانوی کے حصہ میں آئی ، انھوں نے نہایت عزم و حوصلہ کے ساتھ اس وادی غیرذی زرع میں قدم رکھا اور مسلسل بیس برس تک طویل وجانکاہ محنت کی بدولت کامیابی کے ساتھ منزل آشنا ہوئے ـ کشاف اصطلاحات الفنون اسی کاوش کی یادگار اور اس محنت کا صلہ ہے جو آج دنیا بھر میں معروف و مقبول اور اصطلاحات الفنون کے موضوع پر معتمد ترین مرجع ہے۔

کشاف اصطلاحات اپنے عہد تصنیف سے آج تک اپنے موضوع پر سب سے جامع اور منفرد تالیف اور کثرت افادہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ معروف و مقبول ماخذ ہے، تقریباً تمام تذکرہ نگاروں اور اهل علم و کمال کا اس پر اتفاق ہے کہ کشاف اصطلاحات الفنون موضوع کی

جامعیت کے لحاظ سے وسعت و ثروت کے لحاظ سے ، علمی گیرائی و گہرائی کے لحاظ سے اور فنی ترتیب کے لحاظ سے اسلامی ذخیرہ کی بے مثل کتاب ہے(۵۲) بلکہ بعض رجال علم کشاف اصطلاحات الفنون کو بارھویں ہجری کا سب سے بڑا علمی کارنامہ قرار دیتے ہیں ، (۵۳) ممکن ہے اس قول کو مبالغہ پر محمول کیا جائے مگر اس میں شک نہیں کہ کشاف نہ صرف اس عہد بلکہ ہندوستان کی اسلامی علمی تاریخ کے ہزار سالہ دور کی اہم اور منتخب ترین تصنیفات میں بلا شک وریب شمار کی جا سکتی ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ابن خدون کے قول ,,حملة العلم فی الملة الاسلامیة اکثرهم العجم،،(۵۴) کی جزوی تصدیق نسبةً متأخر مگر موثر وناقابل تردید شہادت ہے۔

سبب تالیف

قاضی محمد اعلیٰ جب اوائل عمر میں ذاتی صلاحیت واستعداد کی اساس پر ، بلا کسی استاذ کی مدد اور رہنمائی کے مختلف علوم کے مطالعہ اور تعلیم و تحصیل کے لئے متوجہ ہوئے ، تو ان کو ایک ایسی کتاب یا لغت کی ضرورت محسوس ہوئی جو مختلف علوم کی اصطلاحات کی رہنما اور کلید ہو ، مگر ایسی کوئی کتاب قاضی صاحب کو دستیاب نہیں ہوئی جو ان کی ضرورت و طلب کو پورا کر سکتی اور اس موضوع سے کماحقه عہدہ برآ ہوتی ۔ اصطلاحات فنون کے موضوع پر جو کتابیں قاضی صاحب کو میسر آئیں مثلاً علامه علی بن محمد شریف جرجانی (م ۸۱٦ ھـ) کی التعریقات ، ابوالبقاء ایوب بن موسی کفوی (م ۱۰۹۴ ھـ) کی الکلیات ، اور مصطلحات طب پر محمد بن یوسف ہروی (م ۹۳۳ ھـ) کی الجواهر، اور حکیم محمد اکبر ارزانی (م بعد ۱۱۳۰ ھـ) کی حدود الامراض ، اور رموز ونکات، تصوف پر نظام الدین احمد غریب (م ۸۸۸ھـ) کی لطائف

اشرفی وہ کسی ایک موضوع کی گرہ کشائی کر سکتی تھیں مگر مختلف مضامین کے مصطلحات سے ان کو کچھ سروکار نہیں تھا ۔ اس لئے قاضی صاحب نے ایک ایسی کتاب کی ترتیب کا ارادہ کیا جو ایسی تمام ضرورتوں کو پوری طرح پورا کر سکے اور اس موضوع کی تمام کتابوں سے بڑی حد تک مستغنی کر دے ، یہ روداد خود قاضی صاحب بیان فرماتے ھیں :

,,یقول العبد الضعیف ، ان اکثر مایحتاج به فی تحصیل العلوم المدونة والفنون المروجة الی الاساتذة هواشتباه الاصطلاح ، فان لکل علم اصطلاحا خاصا به اذا لم یعلم بذلک لایتیسر للشارع فیه الاهتداء الیه سبیلاً والی انضهامه دلیلا ۔

فطریق علمه اما الرجوع الیهم او الی الکتب التی جمع فیها اللغات المصطلحه کبحر الجواهر وحدود الامراض فی علم الطب واللطائف الاشرفیة ونحوه فی علم التصوف ۔

ولم اجد کتابا حاویاً لاصطلاحات جمیع العلوم المتداولة بین الناس وغیرها ، وقد کان یختلج فی صدری اوان التحصیل ان اولف کتابا وافیالاصطلاحات جمیع العلوم کافیا للمتعلم من الرجوع الی الاساتذة العالمین بها، کی لایبقی حینئذ للمتعلم بعد تحصیل العلوم العربیة حاجة الیهم ،الا من حیث السند عنهم تبرکا وتطوعا،، ۔(٥٥)

کون کہہ سکتا ہے کہ قاضی صاحب اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے ؟ ۔

سنہ تالیف و ترتیب

کشاف اصطلاحات الفنون کی تالیف کا آغاز کس سنہ میں ہوا ، قاضی محمد اعلیٰ کی تحریر میں وضاحت نہیں مگر کتاب کا نام اور کشاف کا نسخہ مؤلف اس سمت میں کسی حد تک رہنمائی کر رہا

ہے قاضی صاحب عموماً اپنی کتابوں کے نام میں سنہ تالیف کا خیال رکھتے ھیں ، خیال ہے کہ کشاف کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے ، کشاف اصطلاحات الفنون کے اعداد ۱۱۳۸ ہوتے ھیں ، یہی اعداد نسخہ مؤلف میں کتاب کے نام کے تحت درج ھیں جو اس کی کافی شہادت ہے کہ کشاف اصطلاحات کی تالیف ۱۱۳۸ ھ (۲۶ ـ ۱۷۲۵ ء) میں شروع ہوئی ، اور مولف کی تصریح کے مطابق (۱۱۵۸ھ)(۱۷۴۵ء) میں مکمل ہوئی ـ قاضی صاحب لکھتے ھیں :

,,ولما حصل الفراغ من تسويدها سنة الف و مائة وثمانية وخمسين، جعلته ، موسوما وملقبا ، بكشاف اصطلاحات الفنون،، ـ (۵٦)

لیکن قاضی صاحب اس کے بعد بھی کشاف اصطلاحات میں حذف و اضافے کرتے رہے ، جو کشاف نسخہ مولف کے صفحہ صفحہ سے ظاہر ہے ـ

تعارف نسخہ مؤلف

کشاف اصطلاحات کا نسخہ مولف ۱۹ ـ ۳۰ سینٹی میٹر کے چھے سو بتیس اوراق پر مشتمل ہے ، جناب لطفی عبدالبدیع نے اس کی ضخامت ٦۴۷ اوراق بیان کی ہے جو صحیح نہیں ـ غالباً جناب عبدالبدیع نے کشاف کے اختتام اور اس میں شامل رسالہ تکسیر پر توجہ نہیں فرمائی اس کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ـ صحیح یہ ہے کہ یہ نسخۃ بتمام وکمال چھے سو سینتالیس (٦۴۷) اوراق ، ۱۲۹۴ (بارہ سو چورانوے) صفحات پر مشتمل ہے ـ ورق نمبر چھے سو بتیس پر کشاف اصطلاحات کا اختتام ہوا ہے ، اس کے بعد شامل پندرہ اوراق رسالہ تکسیر کے ھیں ، ان کا کشاف سے تعلق سمجھنا درست نہیں ـ

کتاب کی ضخامت کی وجه سے اس کو دو جلدوں میں مجلد کرایا گیا ہے ، پہلی جلد صوم کی بحث میں ,,وعنداهل الحقیقة ،، پر ختم ہوئی ہے ، دوسری جلد اس بحث کے آخری کلمات سے انتہائے کتاب تک ہے ، جلد اول تین سو بتیس ورق پر مشتمل ہے اور جلد ثانی ۳۳۳ سے ٦٤٧ تک جس میں رساله تکسیر بھی شامل ہے۔ پہلی جلد میں اصل کتاب سے پہلے دو ورق تفسیر زاهدی کے جڑے ہوئے ہیں چونکه ان کا اس کتاب سے کچھ تعلق نہیں اس لئے وہ اس فہرست میں شمار نہیں کئے گئے ۔

نسخه مولف شروع سے آخر تک حذف و ترک اور اضافات وضمائم سے پُر ہے، بعض عبارتیں قلم زد ہیں کہیں ان (عبارات) پر کاغذ چپکا کر نئی عبارت لکھی گئی ہے ، بعض موقعوں پر ان ترمیمات میں بھی رد و بدل ہوا ہے۔ کہیں پر ان عبارات پر صرف ایک قلم پھیر دیا گیا ہے گویا وہ کالعدم ہے ۔ کہیں اتنی زحمت بھی نہیں فرمائی گئی بلکه ناپسند یا متروک عبارت کے شروع آخر میں ہر دو طرف لفظ ,,لا،، لکھ کر اس کو محو خیال فرما لیا گیا ہے۔ یہی حال اضافوں کا ہے کہیں بین السطور میں ہیں کہیں قلم زد عبارت کے اوپر ہیں کبھی حواشی پر ، اکثر حاشیے پر ہیں اور شاید کوئی صفحه ان ترمیمات وحواشی سے خالی ہو بعض اضافات اس قدر وسیع ہیں که جہازی سائز کی اس کتاب کے خاصے وسیع حاشیه کے تین تین صفحات گھیرے ہوئے ہیں ، بعض حواشی اور بھی زیادہ مفصل ہیں اور مستقل رساله کی صورت اختیار کر گئے ہیں ، اول سے آخر تک یہی کیفیت ہے ۔

مذکورہ بالا ترمیمات اس کے نسخه مولف ہونے کی کافی اور ناقابل تردید شہادت ہیں ، اس شہادت کو حضرت مفتی الٰہی بخش

کی ایک تحریر نے جو اس نسخه کے صفحه اول پر ثبت ہے ، نہایت مؤقد اور قول فیصل بنا دیا ہے ، یه تحریر اوپر گزر گئی ہے مگر ایک بار پھر تازه کر لیجئے :

,,این کتاب کشاف اصطلاحات الفنون مرقوم بخط مصنف قاضی محمد اعلیٰ رحمة الله علیه که فقیــر الهی بخش را درحیــن حیات خود هبه نمودند وصیـت کرده بودند که ایـن را مشهور باید نمود،، ـ

یه کتـاب کشـاف اصطلاحـات الفنون جو مصنف قاضی محمد اعلیٰ کے قلم کی لکھی هوئی ہے مصـنف نے اپنـی زنـدگی میـں ناچیز الهی بخش کو هبه کر دی تھی اور وصیت فرمائی تھی که اس هبـه کی شهرت کر دینـی چاهیئے ـ

مہر (الهی بخش)[۵۷]

یہاں یه عرض کر دینا برمحل نه هوگا که مفتی صاحب کی یه تحریر جو اس نسخه کے استناد کی علامت اور بجائے خود ایک یادگار تحریر تھی گزشته دنوں غالباً کسی غلط فهمی یا اندیشه دور و دراز میں مبتلا هو کر مولانا آزاد لائبریری کے ایک کارکن نے مٹانے کی کوشش کی ، لیکن راقم سطور اور متعدد اصحاب اس سے پہلے کئی مرتبه یه عبارت دیکھ چکے تھے اور راقم سطور نے اس کی نقل بھی لے لی تھی اس لئے اس کے متعلق کسی شک و شبه کی گنجائش نہیں اور اس محو عبارت کے تحت مفتی صاحب کی مہر اب بھی صاف پڑھی جا سکتی ہے ـ

کشاف اصطلاحات الفنون ... مولانا آزاد لائبریری میں

قاضی محمد اعلیٰ اور مفتی الهی بخش کے روابط و مراسم کا بار بار تذکره آ چکا ہے ـ قاضی صاحب کا جو علمی سرمایه قاضی صاحب کی وصیت کے ذریعه کاندهله منتقل هوا اس کا در بے بہا اور

لعل شب چراغ کشاف اصطلاحات الفنون کا نسخہ مؤلف تھا جو مفتی الٰہی بخش کی تحویل سے گزرتا ہوا ان کے فرزند اکبر مولانا ابوالحسن کی (۵۸) ملکیت میں آیا ، یہیں سے اسپرنگر کے مطالعہ کے لئے گیا اور واپس ہوا ، مولانا کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا نورالحسن کاندھلوی (۵۹) جو علم و فضل میں اپنے والد بزرگ سے فایق اور مخطوطات وکتب کی قدر شناسی میں فخر اقران تھے اس نسخہ کے مالک قرار پائے ، ان تینوں بزرگوں کی تحریرات یا افادات اس نسخہ پر ثبت ھیں ۔

غالباً مولانا نورالحسن کے عہد میں یا ان کے بعد یہ نسخہ علی گڑھ منتقل ہوا ، اس منتقلی کی وجہ اور تفصیلات دریافت نہیں مگر مولانا نور الحسن سے سرسید کے قریبی تعلقات اور خانوادہ مولانا نورالحسن کے اخلاف سرسید کے گھریلو گہرے مراسم کی وجہ سے اور معاملات کے علاوہ کتابوں کے مطالعہ اور تبادلہ کی بھی نہایت سرگرم روایت تھی ، خصوصاً مولانا کے ذخیرہ سے وقتاً فوقتاً علی گڑھ کتابیں جانے کا سلسلہ رہتا تھا ، (۶۰) اسی ضمن میں کسی وقت کشاف کا یہ نسخہ بھی علی گڑھ گیا ہوگا ، ممکن ہے مولانا کے اخلاف نے جسٹس سید محمود یا کالج لائبریری کو ھدیہ کر دی ہو ، بہرحال اب یہ نسخہ گرانمایہ مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

مؤلف کے قلم سے کشاف کی اور نقول کی ایک اطلاع

کشاف اصطلاحات الفنون کی اشاعت کے سب سے پہلے اور اہم ترین محرک ڈاکٹر اسپرنگر (Aloys Sprenger) کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محمد اعلیٰ نے کشاف اصطلاحات کی تین یا چار نقلیں اپنے قلم سے تیار کی تھیں ، ان نقول کی مدد سے بہت سے

نسخے تیار ہوئے جو ہندوستان بھر میں بکھرے پڑے ہیں ، لکھنؤ سے مخطوطات کے متعلق اپنی پہلی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ :

,,فنی اصطلاحات سے متعلق اہم ترین ماخذ کشاف اصطلاحات الفنون ہے ، جس کو تیس یا چالیس سال پیشتر سہارنپور کے ایک مولوی نے مرتب کیا تھا ، اس کی ضخامت قاموس کے برابر ہے ، اگرچہ تشریح زیادہ تر فارسی میں ہے لیکن قانون اور منطق کی اصطلاحات کی وضاحت عربی کے حوالہ سے کی گئی ہے اور ان کو اصل متن میں شامل کر دیا گیا ہے ۔ مرتب نے اس کو اپنے ہاتھ سے تین یا چار مرتبہ نقل کیا ہے اور ان نقول سے بہت سے نسخے تیار کئے گئے ہیں جو ہندوستان میں بکھرے پڑے ہیں ،، (۶۱)

عجب اتفاق ہے کہ اس تحریر میں درج اسپرنگر کی تینوں اطلاعات غلط ہیں ، اس رپورٹ کی کتابت کے وقت ۶ جون (۱۸۴۸ء) (رجب ۱۲۶۴ ھ) کو کشاف اصطلاحات کی تصنیف پر تقریباً ایک صدی (۹۴ سال) گزر چکے تھے ، تشریحات زیادہ تر فارسی میں نہیں عربی میں ہیں ، کمتر فارسی میں ہیں ۔ اسی طرح مؤلف کے قلم سے اس کی تین چار نقلوں کی روایت بھی درست نہیں ۔ اگرچہ اطلاع درست تھی تو اسپرنگر اس نواح کے ممتاز علماء سے قریبی روابط اور مخطوطات و کتب کے لئے اپنے دوستوں کی انتھک کوششوں کے باوجود (جس کا دھلی اور اس کے اطراف و نواح میں ایک وسیع جال بچھا ہوا تھا) (۶۲) کشاف کے مزید نسخوں کی تلاش و دریافت میں کیوں ناکام رہا ۔ ؟ ظاہر ہے کہ کشاف کے نسخوں کی جستجو میں اسپرنگر نے اپنے تمام وسائل خرچ کر دیئے ہوں گے مگر اسپرنگر کو اس کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اور اس کو مجبوراً اسی ایک

نسخه کی نقل پر اکتفا کرنا پڑا ، جو مؤلف کے قلم سے تھا اور مولانا ابوالحسن کے ذخیرہ سے حاصل ہوا تھا ۔

اگرچہ اسپرنگر کشاف اصطلاحات کے تمہیدی کلمات میں ایک اور نسخہ کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس کو مصنف کے پوتے ؟ سے حاصل ہوا تھا ، اور مصنف کے قلم سے تھا مگر راقم سطور کے خیال میں یہاں بھی اسپرنگر سے سہو ہوا، وہ اس نسخہ کو جو کاندھله سے مولانا مملوک العلی نانوتوی کے ذریعہ حاصل ہوا تھا (تفصیلات آ رہی ہیں) یہ سمجھا که یه نسخه تھانه بھون سے قاضی محمد اعلیٰ کے اخلاف سے حاصل ہوا ہے ، حالانکه اگر اسپرنگر کو مولانا ابوالحسن والے نسخه کے علاوہ کشاف کا کوئی اور نسخه حاصل ہوا ہوتا تو کشاف اصطلاحات الفنون کی نقل وکتابت سے وابسته اسپرنگر کے احباب اور رفقاء کے خطوط میں اس کا کچھ تذکرہ ضرور ہوتا ۔ مگر اسپرنگر کے نام مراسلت کا وسیع ذخیره ، معاصر مآخذ وتذکرے اور متأخر تحریرات بھی قاضی محمد اعلیٰ کے مکتوبه منحصر به فرد نسخه کے علاوہ قاضی صاحب کے قلم سے کشاف کے کسی اور نسخه یا اس کی نقل کے ذکر وتعارف سے یکسر خالی ہیں ، اسپرنگر کے نام خطوط میں مذکوره بالا نسخه مؤلف کے علاوہ صرف اس نقل کا حواله ملتا ہے جو مولوی کریم الدین پانی پتی نے اسپرنگر کے حسب ہدایت تیار کی تھی ۔

بعد میں اسپرنگر کو اس روایت کی کمزوری کا احساس ہو گیا تھا ، غالباً یہی وجه ہے که جب اسپرنگر نے ایشیاٹک سوسائٹی جرنل کی ایک اشاعت (شماره ۱۸۵۲ء) میں کشاف اصطلاحات الفنون پر تبصره کیا تو اس میں صرف تین نسخوں کا تذکره کیا (۶۳) ، اور اپنی سابق اطلاع ,,مؤلف کے قلم سے متعدد نقول اور ہندوستان میں بکھرے

ہوئے نسخوں » کا کچھ اشارہ و حوالہ نہیں دیا ۔ سوسائٹی جرنل میں شائع تحریر اس موضوع پر اسپرنگر کی آخری معلومات تھیں ، اس موضوع پر اسپرنگر کی تحریر و معلومات میں بعد میں کچھ اضافہ نہیں ہوا کہ کیونکہ اس نے تمہید کشاف میں بھی تقریباً یہی باتیں دھرائی ہیں جن کا وہ مذکورہ تبصرہ میں ذکر کر چکا تھا ۔

کشاف اصطلاحات ۔ مخطوطہ خدا بخش پٹنہ

کشاف اصطلاحات نسخہ مؤلف کے علاوہ ایک خطی نسخہ جس پر کاتب کا نام درج نہیں خدا بخش لائبریری ۔ پٹنہ میں محفوظ ہے ، یہ نسخہ جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ ھ (جون ۱۸۱۳ء) کا مکتوبہ اور سات سو اڑتیس (۷۳۸) اوراق پر مشتمل ہے ۔ ترقیمہ کاتب درج ذیل ہے :

,, قد وقع الفراغ من تحریر ھذا الکتاب المسمّٰی بکشاف اللغات (کذا) اصطلاحات الفنون من تاریخ عشر جمادی الثانی ۔ یوم پنجشنبه ۔ وقت الفجر ۔ ۱۲۲۸ ھجری من النبی صلی اللہ علیه وسلم ۔ مطابق ۷ ۔ اکبر بادشاہ غازی » ۔ (٦۳)

اسپرنگر کو نسخہ مؤلف کی اطلاع اور اس کی دید و دریافت

اسپرنگر (Aloys Sprenger) بڑا ذی علم اور کتاب دوست شخص تھا ۔ اس کو ہر وقت مخطوطات و نوادر کی جستجو رہتی تھی ، جب وہ دلی کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے دلی میں (۴۸ ۔ ۱۸۴۴ء) مقیم تھا تو اس کے اس ذوق کی خاص آبیاری ہوئی،

اپنے ذوق و مزاج اور دلی کالج کا پرنسپل ہونے کی وجہ سے اس کو دلی کے علمی حلقوں سے تعارف و ارتباط کا موقع ملا ، اور کالج کے باکمال اساتذہ کی وجہ سے اس کی اس نواح کے علمی ذخیروں تک رسائی ہوئی اور بیش بہا علمی فوائد حاصل ہوئے ۔

ان علماء میں جو اسپرنگر سے قریب تھے دلی کالج کے عربی کے نامور مدرس مولانا مملوک العلی نانوتوی(٦٥) بھی شامل تھے ، مولانا سے ہمہ وقت علمی مذاکرات اور مخطوطات و نوادر کا چرچا و تذکرہ رہتا ہوگا ، ایسی کسی ملاقات کے دوران مولانا نے اسپرنگر سے کشاف اصطلاحات الفنون کا ذکر کیا اور غالباً اس کی علمی فنی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالی ہو گی ، اسپرنگر جو علوم مشرقیہ خصوصاً اسلامیات کے ذخیرہ پر نگاہ رکھتا تھا اس موضوع کی غیر معمولی اہمیت اور اس پر دریافت معدودے چند تصنیفات سے ناواقف نہ ہو گا ۔ اس لئے یہ خبر سنتے ہی اس کتاب کو دیکھنے کے لئے بےقرار ہو گیا ، اسپرنگر کا اصرار تھا کہ مولانا یہ کتاب فوراً لاکر اسپرنگر کو دکھائیں ۔ مولانا کا خیال تھا کہ جب وہ دلی سے وطن جائیں گے تو مولانا ابوالحسن کاندھلوی سے جن کے یہاں وہ یہ کتاب دیکھ کر گئے تھے ، کتاب لے کر آئیں گے مگر جب مولانا نے اپنے اس ارادہ سے اسپرنگر کو مطلع کیا اور لکھا کہ :

,,کتاب اصطلاحات مصنف کے ہاتھ کی ، جس کا ذکر میں نے حضور میں کیا تھا نام اسکا کشاف اصطلاحات الفنون ہے ۔ احقر کے گمان میں مقدار اس کی قاموس سے کم نہیں ، اور وہ کتاب وطن میں بعض دوستوں کے پاس ہے ، اگر خدا چاہے ، اب کی بار امتحان کے بعد جو وطن کو جاؤں گا ، اس کتاب کو مالک سے مستعار لے کر اپنے ہمراہ لاؤں گا ۔ بعد ملاحظہ کے صاحب کو نقل اس کی لکھوانے کا اختیار ہے واجب تھا عرض کیا ۔

فقط

مملوک العلی مدرس اول مدرسہ دھلی ،، (٦٦)

١٢ ۔ نومبر ١٨٤٦ء (٢٢ ۔ ذی قعدہ ١٢٦٢ ھ)

تو وطن کے لئے مولانا کے متوقع سفر میں ابھی کچھ دیر تھی اور اسپرنگر پر اس نسخه کے مطالعه و استفاده کا اس قدر شوق غالب تھا که وه مولانا کے سفر نانوته تک بھی صبر انتظار نه کرسکا، اور اس نے مولانا کو مجبور کیا که وه اس سفر سے پہلے هی کتاب منگوا کر اسپرنگر کو دکھائیں ، چنانچه مولانا مملوک العلی نے علی بخش نامی (۶۷ الف) ایک قاصد کے ذریعه سے کاندهله سے منگوایا اور اسپرنگر کو مطالعه کے لئے دیا ۔ مولانا ابوالحسن نے ۲ صفر ۱۲۶۳ ھ (۲۰ جنوری ۱۸۴۷ء) کو یه نسخه روانه کیا ، مولانا کی بیاض میں یادداشت تحریر ہے :

,,کشاف الاصطلاحات ، بدست علی بخش حسب الطلب مولوی مملوک العلی شاهجہاں آباد فرستاده شد ۲ ۔ صفر ۱۲۶۳ھ،، (۶۷ب)

ایک غلط فہمی کی تصحیح

مولانا مملوک العلی کے مذکوره بالا خط میں درج الفاظ ,,وه کتاب وطن میں بعض دوستوں کے پاس ہے ، اب کی بار جو وطن کو ... الخ ،، سے اسپرنگر اور جناب محمد اکرام صاحب چغتائی کو خیال گزرا ہے که یه نسخه مولانا کے وطن نانوته میں کسی شخص کے پاس تھا (۶۸) مگر یه خیال صحیح نہیں ، مولانا یه نسخه کاندهله میں دیکھ کر گئے تھے جیسا که محوله بالا عبارت اور گزشته سطور میں درج تفصیلات سے معلوم ہو چکا ہے ، دراصل مولانا نے وطن کا حواله اس لئے لکھا که کاندهله نانوته اور دهلی کے راسته میں آتا ہے اور مولانا مملوک العلی کا همیشه یه معمول رها که وه دلی سے نانوته آتے جاتے کاندهله ضرور ٹھہرتے ، مولانا کے صاحبزاده مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی اطلاع ہے که :۔

,,والد مرحوم جب وطن جاتے کاندهله هو کر جاتے ، جب وطن سے هٹتے کاندهله ٹهہر کر دهلی روانه هوتے " ۔(٦٩)

بہرحال مولانا مملوک العلی نے یه نسخه اسپرنگر کو دکھایا ، اسپرنگر مخطوطات کا رمز آشنا اور کتابوں کا پارکھ تها اس لئے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں اس کو دیر نہیں هوئی ، اسپرنگر نے اس کی نقل کا سروسامان کیا اور اس کی طباعت کے منصوبے بنانے لگا ۔ نقل کے لئے اسپرنگر نے اپنے رفیق کار اور معاون مولوی کریم الدین پانی پتی سے درخواست کی ، پانی پتی اسپرنگر کے حسب هدایت اس کام میں مشغول هو گئے ، یه نقل مکمل نہیں هوئی تهی که اسپرنگر کو شاهان اودھ کے کتبه خانه کی فہرست مرتب کرنے کے لئے لکھنو بهیجدیا گیا ، اسپرنگر مارچ ۱۸۴۸ء (۱۲٦۴ھ) میں لکھنو پہنچا اور مخطوطات اودھ کی فہرست سازی میں مصروف هو گیا ، اور یه کام مکمل کر کے جنوری ۱۸۵۰ ء میں لکھنو سے کلکته کے لئے روانه هو گیا ، کلکته کے لئے روانگی کے وقت تک کشاف کی یه نقل اسپرنگر کو نہیں ملی تهی ،(۷۰) جب جنوری ۱۸۵۰ ء میں مولانا سدیدالدین دهلوی ، مدرسه عالیه کلکته کے مدرس مقرر هو کر کلکته آئے (اس وقت اسپرنگر بهی کلکته پہنچ گیا تها) ان کے ذریعه یه نقل اسپرنگر کو ملی ۔ (۷۱) گویا یه نقل تقریباً ڈهائی سال کی محنت کے بعد ۱۸۴۹ء (۱۲٦٦ هـ) کی آخری شش ماهی میں کسی وقت مکمل هوئی ، اور کئی مہینه کے بعد جنوری ۱۸۵۰ء میں اسپرنگر کو ملی اور اس کی اشاعت کا خیال آگے بڑها ۔

تصحیح و تحقیق اور ترتیب اشاعت

اسپرنگر نے مولوی کریم الدین کی تیار کی هوئی نقل ملتے هی کشاف اصطلاحات کی طباعت و اشاعت کا اراده کر لیا ، اور اس نے

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے ذمہ داروں کو اس کے لئے آمادہ کر لیا کہ وہ کشاف کے منصوبہ طباعت کو اپنے سلسلہ مطبوعات (Bibliotheca Indiaca) میں شامل کرلیں ۔ (۲) اس منصوبہ کی منظوری کے بعد کشاف کی تصحیح و تعلیق کا کام شروع ہوا ، اسپرنگر اس کام کو غالباً خود کرنا چاہتا ہوگا مگر مختلف علمی تحریری منصوبہ بیک وقت زیر عمل ہونے کی وجہ سے وہ اسپر پوری توجہ نہیں کر سکا ، اور اس نے کشاف اصطلاحات کی تصحیح و تحقیق کے لئے مولوی محمد وجیہ ، صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ کا انتخاب کیا (۳) اور ان کی معاونت کے لئے مولوی عبدالحق (۴) اور مولوی غلام قادر (۵) نامزد کئے گئے اور خود اسپرنگر ان کی نگرانی وسرپرستی کرتا رہا ، لیکن یہ منصوبہ ابھی ناتمام تھا کہ اسپرنگر مشرق وسطیٰ کے دورہ پر نکل گیا اور اس سفر سے واپسی کے بعد جلد ھی ۱۸۵٦ء میں اپنے وطن جرمنی واپس چلا گیا ، پھر اس کی ھندوستان واپسی نہیں ہوئی، اس لئے ولیم ناسولیس (٦) (William Nassaulees) اس کا نگران اعلی مقرر ہوا ۔ جلد ثانی کا اکثر حصہ خصوصاً آخری سات قسطیں اسی کی زیر نگرانی مرتب اور شائع ہوئیں ۔

کشاف اصطلاحات کی پہلی قسط کب شائع ہوئی یقینی طور پر راقم سطور کو معلوم نہیں مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی قسط اواخر ۱۸۵۲ء یا اوائل ۱۸۵۳ء میں نکلی ہو گی ۔ (۷) بعض تذکرہ نگاروں نے کشاف اصطلاحات کا ابتدائی سنہ طباعت ۱۸۴۸ء نقل کیا ہے ، (۸) مگر یہ روایت شایان توجہ نہیں کیونکہ ۱۸۴٦ء تک اسپرنگر کشاف کے وجود سے بھی غالباً بےخبر تھا ، اوائل ۱۸۴۷ء میں کشاف اصطلاحات کا پہلا نسخہ اس کی نظر سے گزرا ، اسپرنگر کی ھدایت پر اس کی نقل شروع ہوئی جو وسط ۱۸۴۹ء تک مکمل ہوئی، اس

کے بعد تصحیح واشاعت کا عمل شروع ہوا ، یہ تفصیلات بتا رہی ہیں کہ ۱۸۴۸ ء میں کشاف اصطلاحات الفنون کی طباعت کا آغاز ممکن اور قرین قیاس نہیں ۔

ایشیاٹک سوسائٹی نے اسپرنگر سے طے معاملہ کے مطابق کشاف اصطلاحات الفنون کو اپنے اشاعتی منصوبہ (Bibliotheca Indica) کی اور مطبوعات کی طرح اجزاء کی صورت میں قسط وار شائع کیا ، پوری کتاب سترہ جز یا قسطوں میں مکمل ہوئی ، جس کو دو جلدوں پر تقسیم کیا گیا ، ناشرین کی ترتیب کے مطابق جلد اول گیارہ جز اور نو سو چالیس صفحات پر ، اور جلد ثانی سات جز اور چھے سو چونسٹھ صفحات پر منقسم ہے ، مگر کشاف اصطلاحات کی اس پہلی اشاعت کے جس قدر نسخے بھی راقم سطور کی نظر سے گزرے ان سب میں جلد اول کا آخری گیارھواں جز دوسری جلد کے ساتھ مجلد پایا ، معلوم نہیں ایسا کیوں ہوا ، کیا خود ناشرین نے کتاب مکمل ہونے کے بعد مشترکہ جلد سازی کے وقت یہ صورت اختیار کی یا کوئی اور وجہ ہے۔ بہرحال موجودہ ترتیب یہی ہے۔

ناشرین نے اجزاء کی صحیح تقسیم و تفہیم کے لئے صفحات کے زیریں حواشی میں اجزاء کے الگ الگ نمبر اور اشارات درج کئے ہیں ، سوسائٹی کے سلسلہ مطبوعات میں جلد اول کے اجزاء کی ترتیب یہ ہے ۵۸ ۔ ٦۵ ۔ ۸۲ ۔ ۹۵ ۔ ۱۰۰ ۔ ۱۰۸ ۔ ۱۰۹ ۔ ۱۱۸ ۔ اور ۱۲۹ : دوسری جلد کے سیریل نمبر مجھے دستیاب نہیں، صرف یہ معلوم ہے کہ آخری یعنی سترویں جز کا نمبر اشاعت ۱۸۲ ہے ۔ یہ آخری قسط ۴ محرم الحرام ۱۲۷۸ (۱۳ ۔ جولائی ۱۸٦۱ء) کو شائع ہوئی (۹) مگر تعجب ہے کہ تمام تذکرہ نگار اس کا سنہ اشاعت

۱۸٦۲ء لکھتے ھیں ، اس غلط فہمی کی اساس ٹائٹل کا غالباً وہ اندراج ہے جس پر سنہ اشاعت ۱۸٦۲ درج ہے۔

طبع اول کلکتہ کی بعض فروگزاشتیں اور سقطات

ھر چند کہ کشاف اصطلاحات الفنون کی دریافت اور تصحیح و طباعت ایک اھم علمی خدمت نیز اسپرنگر اور اس کے رفقاء کا ایک یادگار بڑا علمی کارنامہ ہے ، مگر افسوس اس مطبوعہ نسخہ کو مطابق اصل یا نسخہ مؤلف کی نقل تسلیم کرنا ممکن نہیں ، کیونکہ مرتبین (Editors) اور مصححین نے پوری کتاب میں کثرت سے اضافے اصلاحات و ترمیمات کی ھیں ، جس میں بعض ایسی ھیں کہ ان کی وجہ سے کتاب کی استنادی حیثیت اور قاضی محمد اعلیٰ کی طرف اس کا بتمام و کمال انتساب متأثر ھوا ہے۔ اگرچہ راقم سطور کو نسخہ مؤلف اور طباعت کلکتہ کے تفصیل تقابلی مطالعہ کا موقع نہیں ملا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کم سواد و بے بضاعت اس کا اھل نہیں ، تاھم یہ اندازہ ضرور ھوا کہ مصنف کے ساتھ سخت ناانصافی اور خاصی زیادتی کی گئی ہے۔ مصنف کی بےشمار عبارتیں ، نادر تحقیقات مفصل ضمائم اور توضیحات نظر انداز کی گئی ھیں نیز مصنف کی قلم زد بعض عبارتیں جن کو مصنف نے صراحتاً یا اپنے خاص اشارات کے ذریعہ ترک کر دیا تھا متن کتاب میں شامل ھیں ، کہیں کہیں ان عبارتوں میں ترمیم و تغیر بھی ھوا ہے۔

بڑے سے بڑے عالم اور مصنف سے سہو و فروگذاشت ممکن ہے ، ایسی بعض فروگذاشتیں قاضی محمد اعلیٰ سے بھی ھوئی ھونگی مگر ان فروگذاشتوں کی تصحیح یا ان پر اضافے کے لئے متن کتاب میں ترمیم و تنسیخ اصول تحقیق کے خلاف اور ایک نامناسب طرز عمل ہے مگر اسکا ذرا خیال نہیں کیا گیا. اگرچہ مقدمہ کتاب میں مرتبین (Editors)

کی وضاحت درج ہے کہ وہ سب عبارتیں جو قوسین (Brackets) میں هیں یا ان کے سر آغاز پر جمع کی علامت ہے وہ هماری تحریر اور نسخه مؤلف پر اضافه ہے ، لیکن ناچیز خیال ہے که یه وضاحت کسی طور اس نقصان (یا تحریف!) کی تلافی نہیں کر سکتی جو ان اضافات کے ذریعه نسخه مولف کو پہنچایا گیا ہے ، ایک اور گذارش جو ممکن ہے اپنی حدود سے تجاوز شمار هو مگر برمحل نہیں یه ہے که مرتبین کرام کے بعض مآخذ ثانوی درجه کے یا اس قدر متنازعه اور کمزور هیں که اگر ان کے متعلق قاضی محمد اعلیٰ کی رائے حاصل کرنی ممکن هوتی تو وہ شاید ان کتابوں کا مطالعه بھی ضروری نه خیال فرماتے کجا اخذ و استناد!مثلاً نضحة الیمن احمد بن محمد یمنی شروانی (م ۱۲۵٦ھ ؟) اور بعض متأخر تالیفات !

نسخه مؤلف کی عبارتیں حذف و ترک کرنے اور ان میں ترمیم و اضافه کی روداد ایک طویل و مستقل داستان ہے موجوده صفحات اس کامحل نہیں تاهم چند حوالے درج ذیل هیں :

الف : باب الراء فصل الدال میں الاراده کے تحت مؤلف نے ایک افاده نقل کیا ہے اور لکھا ہے ,,کذا فی حاشیة جدی علی البیضاوی (نسخه مؤلف ، ورق ۲۲۳ ب) مگر مطبوعه نسخه میں یه عبارت درج نہیں -

ب : باب السین ، فصل الراء میں السیر کے تحت لکھتے هیں ,,فی حاشیة جدی علی البیضاوی فی سورة الفاتحه ، اعلم انّ المحققین قالوا ،، ... الخ (ورق ۲۵۹ ب) مگر مطبوعه میں اس کا بھی تذکره نہیں -

ج : باب الطاء فصل الباء میں المطلوب کی بحث میں مؤلف نے هل العالم حادث انتهی ، کے ایک مفصل اضافه کیا ہے جو کشاف کے

حاشیہ کی تینوں سمت گھیرے ہوئے ، اور اس کی ابتداء ان کلمات سے ہوتی ہے : ,,بدانکه اهل رمل لی گویند بعضے اشکال طالب اند ... الخ ,,مگر مطبوعه میں اس کا حواله و نشان بھی نہیں ۔

د : باب الطاء فصل العین میں طلوع کے تحت بھی ایسا ھی مفصل اضافه درج ہے (ورق ۳۵۰ ۔ الف) مگر یه اضافه بھی نسخه کلکته میں شامل نہیں ،

مصنف نے بعض اصطلاحات کی تعریف و تحقیق کے بعد مزید وضاحت وتفہیم کے لئے کچھ نقشے بھی شامل کئے ھیں اور بعض موقعوں پر ایسے نقشوں کے لئے بیاض چھوٹی ہوئی ہے ، نقشے درج نہیں مثلاً باب الفاء فصل الکاف میں الفلک کے تحت ، نیز اقلیدس کے بعض زاویوں کی تحقیق کے موقع پر بھی ایسی بیاضیں موجود ھیں، دیکھئے الدائرہ (ورق ۱۸۹ ۔ الف) مگر کلکته وقاهره کے نسخوں کے مرتبین ان موقعوں سے خاموش گزر گئے ھیں ، نه اس ترک و بیاض کا ذکر کیا نه مآخذ سے اس کی تکمیل کی ، یه بھی ہوا ہے که مصنف نے نقشے درج کئے ھیں مگر مطبوعه نسخے ان کے تذکرہ سے خالی ھیں ۔

نسخه مصنف کے مطالعه و تفہیم کا ایک پہلو ان اصطلاحات و اشارات کا جائزہ ہے جو قاضی محمد اعلیٰ مختلف موقعوں پر استعمال کرتے ھیں ، بعض حروف و اصطلاحات پر خاص نشانات ھیں ، کہیں سرخ روشنائی سے ۔ کا نشان بنا کر خط لکھا ہے ، بعض حروف پر عـط درج ہے (رک : ورق ۵۱٦ ۔ ومابعد کہیں کچھ اور علامت تحریر ہے ، اسی طرح متن کتاب اور حاشیه پر گنجـائش ہونے کے باوجود مصنف نے بعض اضافے الگ کاغذ پر لکھ کر چسپاں کئے ھیں اور حذف و تبدیلی میں بھی مختلف طریقے استعمال کرتے ھیں کسی عبارت کو خوب اچھی طرح محو کیا گیا ہے ، کسی پر صرف ایک قلم

پھیرنا کافی سمجھا ہے ، کبھی اس کی بھی زحمت نہیں کی بلکہ قابل ترک عبارت کی شروع آخر میں لفظ ,,لا،، لکھ کر اس کو خارج خیال فرما لیا ہے، اور بھی علامات و اشارات مختلف موقعوں پر آئے ھیں ، اگر ان سب کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا تو ممکن تھا کہ مصنف کے طرز فکر اور علم وبصیرت کے کچھ اور پہلو اجاگر ہوتے ، اور ان کے علمی ذھنی سفر کی تبدیلی و ترقی کا بہتر جائزہ لیا جا سکتا مگر دونوں اشاعتوں میں اس کو نظر انداز کیا گیا ہے ، اس سلسلہ میں نسخہ قاھرہ کے مرتبین کی نسبتاً زیادہ کوتاھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کو نسخہ مؤلف (Microfilm) سے استفادہ کے مواقع اور سہولت حاصل تھی اور یہ اھل فضل و کمال تحقیق و ترتیب کے نئے رجحانات سے خوب واقف اور اس کے بہتر سے بہتر استعمال کے اھل تھے مگر افسوس ہے کہ ان مواقع اور صلاحیتوں سے مناسب فائدہ اٹھایا نہیں گیا ۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا !!

ھر چند کہ ان فروگذاشتوں سے صرف نظر ممکن نہیں مگر ناانصافی ھو گی اگر اسپرنگر اور ان کے رفقاء کی اس علمی خدمت کے لئے تشکر و امتنان پیش نہ کیا جائے ، اگر اس وقت مولانا مملوک العلی اسپرنگر سے اس کا ذکر نہ کرتے اور اسپرنگر اس کی اشاعت و طباعت کے لئے سرگرم نہ ھو جاتا تو ممکن تھا کہ یہ گوھر گرانمایہ ایک عرصہ تک دنیا کی نگاھوں سے مستور رھتا اور کبھی اس کی اشاعت کا موقع بھی آتا یا نہ آتا ۔ اب ضرورت ہے کہ نسخہ مؤلف اور نسخہ مخزونہ خدا بخش کو اساس بنا کر کشاف اصطلاحات کا ایک محقق نسخہ مرتب کیا جائے ، جس میں اشاعت کلکتہ اور متعلقہ مآخذ سے بھی مناسب و بھرپور استفادہ ھو اور بعد میں اس نسخہ پر بلا تأمل اعتماد کیا جا سکے ۔

متأخر اشاعتیں

اگرچه اشاعت کلکته شایان شان اشاعت نهیں تهی مگر کشاف اصطلاحات کی غیر معمولی افادیت کی وجه سے اسی نسخه کو بنیاد بنا کر دنیا بهر کے مختلف اداروں نے یه کتاب شائع کی ، همـاری معلومات کے مطابق استنبول،بیروت،تهران ، قاهره اور لاهور سے اس کے مختلف ایڈیشن شائع هوئے هیں ، ان کے بعض کوائف نذر قارئین هیں :

۱ ـ استنبول : ۱۳۱۷ هـ

کشاف اصطلاحات الفنون کا دوسرا ایڈیشن جو اشاعت کلکته پر مبنی تها جناب احمد جودت ، مدیر اقدام ، استنبول کے زیر اهتمام ۱۳۱۷ هـ میں شائع هوا ، اس اشاعت میں طباعت کلکته کی جلد اول تین حصوں میں چهپی هے ، جو آخر باب الصاد تک هے ـ یهی کل اشاعت هے ، جلد ثانی یا آخری تین حصوں کی اشاعت کا موقع نهیں آیا ـ

۲ ـ قاهره » ـ ۱۹۶۳ء

کشاف کا ایک اور ایڈیشن خاصی شهرت و اعـلان کے بعـد المؤسسة المصریه للثقافت والنشر ، قاهره سے ۱۹۶۳ء میـں نکلنـا شروع هوا ـ اس نسخه کی ترتیب و تصحیح کے لئے بظاهر خاصـا اهتمام کیا گیا تها ـ مولانا آزاد لائبریری علی گڑهـ سے نسخه مؤلف کا مائکروفلم حاصل کیا اور نسخه مؤلف سے مراجعـت و تصحیـح فارسی عبارتوں کے عربی ترجمه ، نیز مصنف کے اصل مآخذ سے مقابله وتحقیق کے لئے نامور فضلاء کی ایک تین رکنی کمیٹی نامزد کی گئی جس میں ڈاکٹر لطفی عبدالبدیع ، ڈاکٹر عبدالنعیم محمد حسنین ، اور استاذ امین اظولی شامل تهے ـ اول الذکر نے مراجعت و تحقیق کی،

ڈاکٹر عبدالنعیم نے فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا اورموخر الذکر نے نگرانی و سرپرستی سے نوازا۔ ان نامور شخصیتوں کی وجہ سے قرین قیاس تھا کہ یہ نسخہ تمام لوازم تحقیق سے آراستہ اور نسخہ مؤلف کی من و عن نقل ہوتا اور جناب عبدالبدیع کے اس قول کی تصدیق کر سکتا کہ :

,,اما نحن فقد جعلنا نسخة المؤلف الاصل الذی اعتمدنا علیه مع مقابلة بما فی الطبعتین المذکورتین واثبتنا ما فیها من زیادات نبهنا علیها فی مواضعها وحرصنا علی الرجوع ما امکن الی مصادر المصنف واثبتنا فی ذیل الصفحات مواضع النقول فی مظانها لیرجع الیها من شاء ، وقد کلفنا ذالک مشقة ادّی الیها خلو اکثر الکتب من الفهارس التی تعین علی الاهتداء الی المراد .

ثم التزمنا تعریف العبارات الواردة باللغة الفارسیة واثبتنا الترجمة العربیة فی صلب الکتاب بین حاصرتین ، وجعلنا الاصل الفارسی المقابل لها فی ذیل الصفحات ، وقد تولی ذالک زمیلنا الدکتور عبدالنعیم حسنین ۔

وقد بذل استاذنا امین الخولی غایة الجهد فی مراجعة الکتاب ۔ وکان لنظره السدید اثر کبیر فی حل کثیر من المشکلات المستعصیة ۔ (۸۰ الف)

مگر اس نسخه سے استفادہ کرنے والوں کو مذکورہ اطلاع کی تصدیق میں تأمل ہے۔ اس اشاعت سے وہ توقعات یقیناً پوری نہیں ہوئیں جن کا محولہ بالا تحریر میں ذکر ہے ، یہ نسخہ بڑی حد تک اشاعت کلکتہ کی نقل ہے ، غلطیاں مستزاد ھیں ۔

نسخه مؤلف کی جو عبارات کلکته ایڈیشن میں ترک کر دی گئی تھیں وہ اس میں بھی متروک ھیں ، کسی ایک موقع پر بھی اصل نسخه اور طباعت کلکته کے اختلافات کا نمایاں ذکر نہیں ـ فارسی عبارات کا عربی ترجمه بےشک کیا گیا ہے مگر اس میں بھی احتیاط ملحوظ نہیں رھی ، متعدد موقعوں پر ترجمے مکرر ھیں ، کبھی ایسا بھی ھوا ہے که فارسی اصل جس کو اس نسخه کی ترتیب کے لحاظ سے حاشیه میں اور اس کا ترجمه متن میں شامل ھونا چاھئیے تھا ، متن اور حاشیه دونوں میں نقل کر دیا گیا ہے ، بعض موقعوں پر ترجمے مکرر ھیں ، بعض کے ترجمے نہیں ھوئے ایسا بھی ھوا ہے که متن اور حاشیه دونوں جگه ترجمه درج ہے اصل غائب ہے ـ

مؤلف کے مآخذ میں سے معدودے چند کتابیں ایسی ھیں جن سے مراجعت و استفادہ کیا گیا ہے ، اکثر مآخذ جو یقیناً فاضل محققین کی دسترس میں تھے مگر ان سے رجوع نہیں ھوا ـ ایک اور بڑی فروگذاشت یه ہے که نسخه کلکته کے مرتبین نے اصل مؤلف پر جو کثیر اضافے کئے تھے ، ان کو قوسین یا جمع کی علامت سے ممتاز کر دیا تھا مگر قاھرہ ایڈیشن میں وہ تمام علامات ختم کر کے تمام کتاب کا متن یکساں کر دیا ہے جس کی وجه سے اصل و اضافے کی شناخت ناممکن ھو گئی ہے ـ خلاصه یه ہے که اس طباعت سے بھی کشاف کا معتبر نسخه میسر آنے کی امید پوری نہیں ھوئی غالباً یہی وجه ہے که اس اشاعت کو وہ قبولیت و پذیرائی حاصل نہیں ھوئی جو ھونی چاھئیے تھی ، شاید اس عدم مقبولیت میں ان طویل وقفوں کا بھی خاصا دخل ہے ـ جو مسلسل حصوں کی طباعت میں حائل رھے ،

یه اشاعت بھی نسخه استنبول کی طرح ناقص رھی ، اس کے کل چار حصے شائع ھوئے ، چوتھا اور آخری باب الصاد ، فصل الباء کے

آغاز پر ختم ہو گیا ہے، اس کی اشاعت جلد اول کی اشاعت ۱۹۶۳ء کے چودہ سال بعد ۱۹۷۷ء میں عمل میں آئی ، مزید کسی حصہ کی اشاعت راقم سطور کے علم میں نہیں ۔

۳ ۔ بیروت : ۱۹٦٦ ء

قاهرہ ایڈیشن کی ابھی ایک ھی جلد آئی تھی کہ شرکۃ خیاط للکتب و المنتشر بیروت نے نسخہ کلکتہ کا عکس ,,موسوعۃ اصطلاحات العلوم الاسلامیہ المعروف بہ کشاف اصطلاحات الفنون ،، کے عنوان سے چھے جلدوں میں شائع کر دیا ، یہ اشاعت ، سو سال کے وقفہ کے بعد کشاف کی مکمل اشاعت تھی اس لئے بہت مقبول ہوئی اور دیکھتے ھی دیکھتے عالم اسلام میں پھیل گئی ، متأخر ناشرین کو اس طباعت کی مقبولیت سے بہت حوصلہ ملا اور بعد میں مختلف اداروں سے کئی ایڈیشن شائع ہوئے ۔

۴ ۔ تہران : ۱۹٦۷ء

نسخہ کلکتہ کا ایک اور عکس (Reprint) مکتبہ خیام وشرکاہ ، تہران سے ۱۹٦۷ء میں نکلا ، یہ نسخہ کلکتہ کی بتمام و کمالِ نقل ہے اور اس کے تمام مشتملات فہرست مضامین ، مقدمہ اور ملحقہ رسائل اس میں شامل ھیں ، تمہید ناشر کے علاوہ جناب محمد مہر دین گنا بادی کے قلم سے ایک مختصر مگر مفید مقدمہ شامل ہے ، تمہید نگار کا قول ہے کہ ھمارا پانچ سال پہلے اس کتاب کو شائع کرنے کا ارادہ ھوا تھا مگر قاھرہ سے اشاعت شروع ھونے کی وجہ سے اس کو ملتوی کیا مگر اس عرصہ میں اشاعت قاھرہ کے صرف دو حصہ آئے ھیں اس لئے دوبارہ اس منصوبہ کو برسر عمل لایا گیا ہے۔ یہ نسخہ اشاعت کلکتہ کی طرح دو جلدوں پر مشتمل ہے اور حسن طباعت وغیرہ کے لحاظ سے گزشتہ اشاعتوں سے فایق ہے۔

۵ ۔ تہران : ؟

مکتبہ خیام کی مذکورہ بالا اشاعت کے بعد اسی ادارہ سے دوبارہ یا ایران کے کسی اور معروف مکتبہ سے کشاف اصطلاحات ایک مرتبہ اور شائع ہوئی ہے ، مگر یہ طباعت راقم کی نظر سے نہیں گزری اور کسی معتبر ذریعہ سے اس کے متعلق تفصیلات بھی ہمدست نہیں ہوئیں ۔

٦ ۔ استنبول : ۱۹۸۴ء ؟

تین چار سال گزرے استنبول کے ایک مکتبہ نے کشاف اصطلاحات کا ایک مکمل اور نہایت عمدہ نسخہ شائع کیا ہے جو اگرچہ اشاعت کلکتہ پر ھی مبنی ہے مگر دلآویزی اور حسن طباعت میں اور نسخوں سے بہتر ہے اس اشاعت کی مختلف احباب سے اطلاع ملی مگر تفصیلات ہمدست نہیں ہوئیں ممکن ہے یہ نسخہ استنبول میں اسلامیات کے اھم ناشر مکتبہ اسلامیہ استنبول نے شائع کیا ہو جو دیدہ زیب طباعت کے لئے مشہور ہے ۔

۷ ۔ لاھور : ۱۹۸۹ ء

آخری ایڈیشن جو اس وقت زیر طباعت ہے اور امید ہے کہ زیر نظر سطور کی اشاعت کے وقت تک بازار میں آ چکا ہوگا سہیل اکیڈمی لاھور کا ہے ۔ یہ نسخہ بھی اکثر اشاعتوں کی طرح نسخہ کلکتہ پر مبنی ہے مگر اس میں صحت الفاظ (Words Correction) پر خاصی محنت اور توجہ کی گئی ہے ، اگرچہ اس محنت کے ذریعہ نسخہ کلکتہ کی فروگذاشتوں کی اصلاح نہ ممکن تھی نہ مقصود ، تاھم امید ہے کہ یہ طباعت کشاف کی پچھلی تمام اشاعتوں سے بہتر اور سہیل اکیڈمی کے اعلی معیار کے مطابق حسن طباعت کا نمونہ اور تمام ظاھری خوبیوں سے آراستہ ہو گی ۔

۸ ـ ایک اور ایڈیشن ـ ؟

کشاف اصطلاحات الفنون کا ایک اور ایڈیشن کتاب کے نام میں معمولی سی ترمیم کے بعد کشف اللغات والاصطلاحات کے عنوان سے دو بڑی جلدوں میں شائع ہوا تھا ، اس پر مصنف ، ناشر مطبع ، سنہ طباعت وغیرہ کچھ درج نہیں تھا۔ فنڈیک کا خیال ہے کہ یہ غالباً کشاف اصطلاحات الفنون ہے ، (۸۰ ب) اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو گویا یہ کتاب کشاف کا جعلی ایڈیشن ہے جو ناجائز طریقہ سے چھاپا گیا ہے اور ۱۳۱۳ ھ ـ (۱۸۹٦ ء) سے پہلے اشاعت پذیر ہوا ہے۔

۹ ـ ترجمہ کشاف اصطلاحات

لاهور کے ایک اداره نے کشاف اصطلاحات الفنون کے ترجمہ کا منصوبہ بنایا تھا جس کا اس وقت (تقریباً ۳۲ ـ ۱۹۳۰ء) کے بعض اخبارات میں بھی حوالہ و تذکرہ آیا تھا اور اس ترجمہ کی غالباً ایک یا دو قسطیں بھی شائع ہوئی تھیں ، اس کا اعلان راقم سطور کی نظر سے گزرا ہے مگر اس وقت وہ یادداشت دستیاب نہیں ہوئی اس لئے تفصیلات سے قاصر ہوں۔

قاضی صاحب سے منسوب دو کتب

بعض تذکرہ نگاروں نے قاضی محمد اعلیٰ کی تالیفات میں سبق الغایات فی نسق الآیات کا اور جناب عبدالرزاق ملیح آبادی نے مولانا ابوالکلام آزاد کے حوالہ سے مغربی سائنسی علوم پر قاضی محمد اعلیٰ کے ایک رسالہ کا تذکرہ کیا ہے مگر یہ دونوں اصلاعات غلط اور بے اصل ھیں ـ

سبق الغایات فی نسق الآیات

سبق الغایات کا قاضی محمد اعلیٰ کی تصنیف کی حیثیت سے سب سے پہلے یوسف سرکیس (۸۱) نے ذکر کیا اسی کے اعتماد پر یہ

روایت زرکلی (٨٢) اور عمر رضا کحالہ (٨٣) نے نقل کی ، یہ نقل گویا اعتماد کی سند تھی جس کی وجہ سے متأخر تذکرہ نگار اس کو بےتکلف تالیفات قاضی محمد اعلیٰ میں شمار کرتے رہے مگر یہ اطلاعات درست نہیں ، حقیقت یہ ہے کہ سبق الغایات کا قاضی محمد اعلیٰ سے کچھ تعلق نہیں ، یہ کتاب قاضی محمد اعلیٰ کی وفات کے ایک سو پچیس سال بعد مرتب ہوئی ، اس کے مصنف تھانہ بھون کے ایک اور نامور عالم حضرت مولانا اشرف علی (٨٤) (ولادت ١٢٨٠ ھ/١٨٦٣ء) ۔ وفات ١٣٦٣ ھ/١٩٤٣ء) ہیں ، مولانا نے خاتمۃ الکتاب میں سنہ تالیف کی وضاحت فرمائی ہے لکھتے ہیں :

,,قدتم الکتاب والحمدللہ الوهاب علی ید هذا التراب فی نحومدة شهرین واسبوعین وقدفرغ منه فی یوم الخمیس ، ثالث عشر من شهر ربیع الاخر ١٣١٦من الهجرة فی کورة تهانه بهون من مضافات مظفر نگر » ۔ (٨٥)

سبق الغایات تصنیف کے تقریباً ایک سال بعد ١٣١٧ ھ میں پہلی مرتبہ مطبع مجتبائی دھلی سے شائع ہوئی ، اسی نسخہ کا عکس گزشتہ دنوں پاکستان میں چھپا ہے۔ بہرحال سبق الغایات کا قاضی محمد اعلیٰ سے قطعاً کچھ تعلق نہیں ۔

مغربی سائنسی علوم پر ایک رسالہ

جناب عبدالرزاق ملیح آبادی مولانا ابوالکلام آزاد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ :

,,ایک عجیب رسالہ مولوی علی تھانوی صاحب کشاف اصطلاحات الفنون کا بھی ملا ، کتاب مذکور سب سے بہتر علمی یادگار ہے جو قرون اخیرہ میں ہندوستان نے پیدا کی ، مگر یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ مصنف مذکورہ حکام فورٹ

ولیم سے علائق رکھتے تھے اور چونکہ علوم فلسفہ قدیم میں توغل رکھتے تھے جیسا کہ کشاف سے ظاہر ہے ، اس لئے نئے علوم کا حال سن کر ان میں تجسس پیدا ہوا اور جس قدر مبادی اصول تحقیق کر سکے وہ اس رسالہ میں جمع کئے ۔ رسالہ کی زبان بہت صاف اور رواں ہے کشاف کی طرح الجھی ہوئی نہیں » (۸۶)

ملیح آبادی کا قول ہے کہ مولانا آزاد کو یہ رسالہ مولوی کبیر الدین احمد (مدیر و مالک اردو گائڈ اخبار ، و اردو گائڈ پریس کلکتہ ، مجدیہ ۱۸۸۵ء) کے ذاتی ذخیرہ کتب سے حاصل ہوا تھا ، (۸۷) ملیح آبادی کی مذکورہ تحریر سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ یہ رسالہ مطبوعہ تھا مگر افسوس کہ اس روایت کے تمام اجزا مشتبہ ھیں ، وجوھات درج ذیل ھیں :

اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں مغربی سائنسی علوم کی کتابیں مشرقی زبانوں خصوصاً عربی فارسی میں دستیاب نہیں تھیں ، اور اس وقت تھانہ بھون اور اس کے اطراف و نواح میں ایسے وسائل و ذرائع اور ایسے افراد موجود نہیں تھے جو مغربی علوم سے ایسی قریبی گہری واقفیت رکھتے ہوں اور انہوں نے قاضی محمد اعلیٰ کو ان علوم کی تعلیم وتفہیم میں مدد پہنچائی ھو اور یہ بھی قرین قیاس نہیں کہ قاضی صاحب نے مغربی زبانوں سے براہ راست استفادہ کیا ھو اسلئے ایسی کسی تصنیف کا وجود ھی خارج از بحث ہے نیز حکام فورٹ ولیم سے قاضی محمد اعلیٰ کے روابط و مراسم کی اطلاع بھی چنداں لائق توجہ اور قابل قبول نہیں کیونکہ جو شخص نجیب الدولہ جیسے بااثر ، نامور اور دین دار علم دوست امیر کو خاطر میں نہ لاتا ھو اور چند قدم کے فاصلے پر جا کر نذر و سلام

کے لئے تیار نہ ہو وہ سینکڑوں میل دور مقیم افسران و حکام سے کیوں روابط رکھے گا ـ ؟

یہ روایت اس وجہ سے بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ قاضی صاحب کی زندگی تک کلکتہ میں مقیم انگریزوں کی طرف سے تصنیف و اشاعت کے کسی مرتب سلسلہ کی اطلاعات دریافت نہیں ، اس طرح کے جو ادارے اور انجمنیں قائم ہوئیں ان سب کا عہد قاضی محمد اعلیٰ کے بعد کا ہے خصوصاً فورٹ ولیم سے متعلق کالج کا جو قاضی محمد اعلیٰ کی وفات کے تیئس سال بعد ۱۸۰۰ ء میں قائم ہــوا ، ہر چند کہ اس کی خدمات و موضوعات کا دائرہ خاصا وسیع اور متنوع تھا مگر اس کی مؤلفات و مطبوعات میں قاضی محمد اعلیٰ سے منسوب کسی کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا ـ اگر اس وقت ایسی کوئی کتاب شائع ہوئی ہوتی تو کشاف اصطلاحات الفنون کے مرتبین اور ناشر جو کلکتہ کے تمام علمی خزانوں پر دسترس رکھتے تھے اس سے ناواقف نہ ہوتے اور مقدمہ کشاف میں اس کا تذکرہ ضرور کرتے ـ علاوہ ازیں اس وقت تک عربی مطبوعات کی جو فہرستیں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی اس کتاب کے ذکر سے خالی ہیں ، (راقم سطور کی معلومات کی حد تک) کسی فہرست میں اس کا ضمناً بھی کہیں حوالہ و اشارہ نہیں آیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اطلاع صحیح نہیں ـ

نیز جناب ملیح آبادی نے ایک موقعہ پر کشاف اصطلاحات الفنون کے مولف کا نام محمد علی گویا موی لکھا ہے، لهذا ممکن ہے گویا مئو کے کوئی شخص محمد علی نامی ہوں (اگرچہ کسی تذکرہ میں ان کا احوال درج نہیں) اور انھوں نے ایسا کوئی رسالہ لکھا ہو جس کو ملیح آبادی نے قاضی محمد اعلیٰ سے منسوب کر دیا ہے ـ ؟

علاوہ ازیں ,,آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ،، میں ایسی فروگذاشتیں ، واقعاتی خلا اور اختلاف روایات ہے کہ اس کی مولانا آزاد سے نسبت محروم معلوم ہوتی ہے ، اگر بعض محققین کا یہ شبہ درست ہے تو یہ ساری کہانی ہی فرضی اور بےبنیاد ہوئی لہذا قصہ ہی ختم ۔ تاہم راقم سطور نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ذاتی ذخیرہ (مخزونہ آزاد بھون ، نئی دھلی) اور ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری سے معلومات و مراجعت کی مگر وہاں ایسی کسی کتاب کی موجودگی کی تصدیق نہیں ہوئی (۸۸)، جس سے اس شبہ کو تقویت ہوتی ہے کہ اس تصنیف کی داستان ایک کہانی ہے جس کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔

حواشی

۱ ۔ سلسلہ فاروقیان تھانہ بھون سے وابستہ ایک نامور عالم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جو اس خاندان کی مختلف شاخوں کے پیچ در پیچ روابط اور اس خانوادہ کے نسب نامہ کے عیب وصواب پر وسیع گہری نظر رکھتے ہیں ۔ لکھتے ہیں کہ : ,,شیوخ تھانہ بھون و حضرت شیخ مجدد الف ثانی و حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری و حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں ،، ۔ دیکھئے ضمیمہ تتمہ سادسہ ، تنبیہات وصیت ماھنامہ الامداد ، تھانہ بھون ، ذی قعدہ ۱۳۳۶ ھ ۔ ص ۴۷ ۔ نیز اشرف السوانح ، سوانح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ، تالیف خواجہ عزیز الحسن مجذوب ص ۱۳ ، ج ۱ ۔ (دھلی : ۱۳۵۴ ھ)

۲ ۔ فرخ شاہ کابلی کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کابل میں سریر آرائے حکومت تھے مگر پروفیسر خلیق احمد نظامی کے بقول : ,,تاریخ اس فرخ شاہ کابلی پر کوئی روشنی نہیں ڈالتی لہذا اس کا مقام اور حیثیت ایک افسانہ بن کر رہ گئی ہے ،، ۔ احوال و آثار شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر ، ترجمہ قاضی محمد حفیظ اللہ، ص ۴۳ ۔ (لاھور : ۱۳۰۳ ھ) ۔

۳ ۔ حضرت مولانا اشرف علی کا قول ہے کہ : ,,ان سب کا فاروقی ہونا قریب قریب متواتر ہے ،، ۔ اشرف السوانح ص ۱۱۸ ج ۳ ۔ (لکھنو : ۱۳۵۷ ھ) ۔

۴ ۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں :

,,فاروقیان تھانہ بھون کے سب شعبے اس میں مشترک ہیں کہ اوپر تک نام بنام سلسلہ نہیں ملتا کسی کا صدر جہاں سے آگے ، کسی کا قاضی محمد یسین سے اوپر ، کسی کا شیخ مبارک سے

اوپر ، اور قاضی نصراللہ خاں کا ان کے جد امجد نظام الدین وخشی سے اوپر » ۔
ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات وصیت ، ماهنامہ الامداد ص ۵۷، نیز اشرف اسوانح ص ۱۸ ج ۳ ۔

۵ ۔ المنجد فی الادب و العلوم ص ۱۱۵ و ص ۳۳۹ (بیروت : ۱۹۵۶ء) ۔

٦ ۔ ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون ۔ کالم نمبر ۳۵۳ ، ج ۱ ۔ (بیروت و بغداد : بلاسنہ)۔ ومعجم المطبوعات العربیۃ ۔
نمبر ۳٦ ۔ ٦۳۵، ج ۲ ۔ (قاهرہ مصر : ۱۳۳۸ھ) ۔

٦ ب ۔ بستانی کی عبارت کے لئے ملاحظہ ہو : نزهۃ الخواطر ، مولانا عبدالحئی حسنی ، ص ۲۷۸ ، ج ٦ ۔ (حیدر آباد : ۱۳۷٦ ھ) نیز ، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ، از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۲۸۲ ، ج ۲ ۔ (طبع اول ، بلاسنہ)

۷ ۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ، مترجم جناب شاہد حسین رزاقی ص ۲۰۷ (لاہور : ۱۹۷۳ء) مگر اسی کتاب میں محمد علاء ص ۲۹۹ ، محمد اعلاء ص ۳۰۹ اور محمد اعلی ص ۳۰۵ بھی درج ہے ، عام قارئین کس کو صحیح تسلیم کریں ۔ ؟

۸ ۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ، ص ۳۳۷ ، ج ۳ (دارمکتبہ الحیاۃ ، بیروت : ۱۹۷۸ء)

۹و۱۰۔ اکتفاء القنوع بما مطبوع ، صححہ محمد علی الببلاوی و زاد علیہ ، ص ۲۰۸ و ۳۲۸ (مطبع الهلال ، مصر : ۱۳۱۳ ھ)

۱۱ ۔ هدیۃ العارفین فی سماء المؤلفین و آثار المؤلفین ص ۳۲٦ ، ج ۱ ۔ (مکتبہ المثنی بیروت و بغداد ۔ بلا سنہ) الاعلام ۔ خیر الدین الزرکلی ص ۲۹۵ ، ج ٦ ۔ (بیروت : ۱۹۷۹ء) معجم المولفین ، عمر رضا کحالہ ص ۴۷ ، ج ۱۱ (مکتبہ المثنی بیروت ۔ بلاسنہ معجم المطبوعات العربیہ بین سنتی ۱۹٦٦ ۔ ۱۹۷۰ ء ، ص ۳۳٦ ، ج ۳ (بیروت) و معجم المطبوعات العربیہ بین سنتی ٦۵ ۔ ۱۹٦۱ء ص ۵۵ ، ج ۲ ۔ (دارالکتاب الجدید ، بیروت : بلاسنہ)

۱۲ ۔ الموسوعۃ العربیۃ المیسرہ ص ۵۵۲ (قاهرہ : ۱۹۷۲ء)

۱۳ ۔ کشاف اصطلاحات الفنون (طبع اول ، کلکتہ : ۱۲۷۸ ھ) اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ جناب عبدالرزاق ملیح آبادی نے مولانا منور الدین (جد مولانا ابوالکلام آزاد) کو اور جناب ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے شاہ عبدالعزیز کو قاضی محمد اعلیٰ کا استاد لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو ، آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ص ۳۵ (دهلی : ۱۹۵۸ء) اور ضمیمہ امداد المشتاق ص ۲۱ (دهلی : ۱۹۸۱ء) مگر یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ، مولانا منور الدین ملیح آبادی کی روایت کے مطابق ۱۸۰٦ ء میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے دهلی آئے ، اس وقت قاضی صاحب کی وفات پر تقریباً تیس سال گزر چکے تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی ولادت ۱۱۵۹ ھ سے پہلے قاضی صاحب کشاف اصطلاحات الفنون مکمل کر چکے تھے ، لهذا یہ روایت و اطلاعات ظن وتخمین پر مبنی اور قطعاً بے اصل ہیں ۔

۱۴ ۔ تاریخ تھانہ بھون ، مولوی ناظر حسن تھانوی ، ص ۱۳۱ و ص ۳٦۱

۱۵ ۔ راقم سطور کے پیش نظر متعدد دستاویزات اس کی موئید ہیں ۔

۱٦ ۔ رجسٹر اراضیات ، مرتبہ قضات تھانہ بھون اندراج نمبر ۹۰ ورق نمبر ۱۸ الف

۱۷ ۔ نزهۃ الخواطر ص ۲۷۸ ، ج ٦ (حیدر آباد : ۱۳۷٦ ھ)

۱۸ ـ حضرت شاہ جو نجیب الدولہ کے ممدوح اور نجیب الدولہ کی ریاست ونظام اقتدار کے عینی گواہ ہیں : نزد نجیب الدولہ نہ صد عالم بود ، ادنی واعلی پانصد روپیہ (می یافت) ملفوظات عبدالعزیز ـ مرتبہ ۱۲۳۳ ص ۸۱ ، (میرٹھ : ۱۳۱۴ ھ)

۱۹ ـ یہ واقعہ قضـات تھـانہ بھـون کی مملوکہ ایک جائداد کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے ، جو کمپنی کے عہد اقتدار میں ضبط کر لی گئی تھی ، قاضی محبوب علی خاں ، قاضی تھانہ بھون کے مختار کار قاضی محمد علی نے ۱۰ اگست ۱۸۴۳ء (رجب ۱۲۵۹ ھ) کو اس کے خلاف اپیل دائر کی تھی اس میں تحریر ہے : ,,اول این کہ عطائے معافی ھذا اولاً از پیش گاہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ بنام قاضی محمد حامد مورث اعلی وچوں نجیب خاں بہادر بجہد جدہ از قاضی محمد اعلیٰ نبیرۂ موہوب نذرانہ طلب نمود وقاضی موصوف دادن نذرانہ اقبال نساخت ، چند سال در تحصیل ماندہ ، ثانیاً باستحقاق سابق عطائے از طرف نجیب خاں بہادر بنام قاضی محمد اعلیٰ بودہ است ... الخ ،،

۲۰ ـ حضرت قاضی ثناء اللہ بن مولوی حبیب اللہ بن مولوی ہدایت اللہ عثمانی پانی پتی ـ ولادت ۱۱۳۸ ھ ـ وفات سنۃ ۱۲۲۵ ھ ـ (۱۸۱۰ء) نامور عالم فقیہ ، مفسر ، محدث اور صاحب ارشاد و معروفت ہیں ، ۳۲ تصنیفات یاد گار ہیں جن میں تفسیر مظہری سب سے زیادہ اہم اور مقبول و معروف ہے ـ اکثر کتابوں کی اشاعت و طباعت نہیں ہوئی ، یہ تمام نسخے مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی خانقاہ مظہری ، دھلی) کے ذخیرہ میں موجود ہیں ـ قاضی صاحب کے متعلق مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو نزھۃ الخواطر ، ص ۱۱۳ ـ ۱۱۲ ج ۷ ـ تذکرہ علمائے ہند ، مولوی رحمن علی ، مرتبہ جناب محمد ایوب قادری ص ۱۳۲ (کراچی : ۱۹۶۱ء) نیز ترجمہ مقامات مظہری ، از جناب محمد اقبال مجددی ص ۹۶ ـ ۳۹۰ ، وماجد ـ (لاھور : ۱۹۸۳ء)

۲۱ ـ علامہ عبدالعلی بن علامہ ملا نظام الدین سہالوی فرنگر محلی لکھنوی ـ وفات رجب ۱۲۲۵ (اگست ۱۸۱۰ء) ، علامہ کے تذکرہ کا آغاز کرتے ہوئے مولانا عبدالحئی حسنی نے لکھا ہے : ,,بحر العلوم ، ملک العلماء کان معدوم النظیر فی زمانہ ، راسانی الفقہ والاصول ، اماما جوالافی المنطق والحکمۃ والکلام،، ص ۲۸۲ ج ۷ ـ واقعہ یہ ہے کہ اس میں مولانا حسنی نے اپنی دقت نظر اور بلاغت تحریر سے سب ہی کچھ جمع کر دی ہے ، علامہ کا اس سے بہتر تعارف شاید ممکن نہیں ـ نادرہ روزگار تصنیفات یادگار ہیں ، مدراس میں وفات پائی ـ تعارف کے لئے ملاحظہ ہو : نزھۃ الخواطر ص ۲۸۷ ـ ۲۸۲ ج ۷ ـ تذکرہ علمائے ہند ص ٦ ـ ۳۰۳ وغیرہ

۲۲ ـ مولانا مجدالدین بن طاہر حسینی شاہجہان پوری ـ اپنے والد اور ملا وہاج الدین گوپاموی سے تعلیم پائی ، معقولات و منقولات میں دسترس تمام حاصل تھی ، کہا جاتـا ہے کہ مولانـا مجدالدین کو قاضی مبارک سے بھی استفادہ کا موقع ملا ہے ـ ۱۷۷۲ء میں کلکتہ گئے ، ان ہی کے ذریعہ مدرسہ عالیہ کی ابتداء ہوئی ، ۱۷۹۲ء میں مدرسہ کے صدر مدرس بنائے گئے ، مگر اراکین مدرسہ ان سے ناخوش تھے اس لئے الگ کر دیئے گئے ـ آخر عمر میں بریلی آ گئے تھے ، وھیں ۱۲۲۸ ھ میں وفات ہوئی ـ مزید معلومات کے لئے رجوع فرمائیے : نزھۃ الخواطر ص ۳۰۵ ج ۷ ـ تذکرہ علمائے ہند ، رحمن علی ص ۲۲۲ ـ نیز تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ ـ از مولانا عبدالستار ص ٦٦ ـ ۱٦۵ وغریہ (ڈھاکہ : ۱۹۵٦ء)

۲۳ ـ حضرت شاہ عبدالعزیز بن حضرت شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ، فاروقی دہلوی ـ ولادت رمضان ۱۱۵۹ ھ (اکتوبر ۱۷۳٦ء) وفات ۷ شوال ۱۲۳۹ ھ ـ (٦ جون ۱۸۲۳ء)ـ سراج الهند ، امام العلماء اور مرجع کل هیں ، حالات معروف هیں
پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال انھوں کا جانے ہے ـ

۲۳ ـ قاضی صاحب کے مراسلہ کے جواب میں شاہ صاحب نے جو تحریر روانہ فرمائی اس کی نقل بیاض مولانا رشید الدین دهلوی م ۱۲۳۹ ھ میں درج ہے ـ (بیاں ، ورق ۳۵ ـ الف ، فوٹو اسٹیٹ مملوکہ راقم سطور) اس عبارت کا ترجمہ فتاوی شاہ عبدالعزیز میں شامل ہے ، ملاحظ ہو ص ۸۹ ج ۲ ـ (عمدۃ المطابع ، لکھنو : ۱۳۲۳ ھ) مگر اس میں مستفر کا نام تحریر نہیں لیکن مولانا رشید الدین نے اس کی صراحت کی ہے اور لکھا ہے کہ : هذه مراسلة کتبها الشیخ الاجل الانجل الی قاضی اعلی » ـ

۲۵ ـ بیاضی مفتی الٰہی بخش (بیاض نمبر ۱ ، ورق ۳۵ ، الف) ـ تاریخ تھانہ بھون مولوی ناظر حسن ص ۳۳۷ ، ۳۳۳ ، ۳٦۲ ـ

۲٦ ـ ایضاً

۲۷ ـ ایضاً

۲۸ ـ جدید ملفوظات (یعنی مجموعہ ارشادات و اقوال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی) مرتبہ مولوی محمد بنسہ ٹـانڈوی ص ۲۲۷ ، نیز دیکھئے : ظل صفہ (احوال خانقاہ امدادیہ و مدرسہ امداد العلوم ، تھانہ بھون) مرتبہ مولانا عبداللہ گنگوهی ص ۲۰ ـ ۱۹ (ساڈھول ۱۳۳۰ ھ)

۲۹ ـ حالات نثر محمدیہ ، (سوانح مولانا شیخ محمد تھانوی) مرتبہ حکیم محمد عمر چرتھاولی ص ٥٦ ـ ٥٥ (میرٹھ : ۱۲۹۷ ھ)

۳۰ ـ صفحہ آخر احکام الاراضی ، مخزونہ یونیورسٹی کلکشن ـ و عبدالسلام کلکشن مولانا آزاد لائبریری ـ علی گڑھ ـ

۳۱ ـ ان دونوں نسخوں کے عکس اور معتبر نقول سے استفادہ کے لئے میں اپنے دوست مولانا عبدالخالق آزاد ، بهاول نگر پاکستان کا انتہائی ممنون هوں ـ

۳۲ ـ فهرست عربی مخطوطات انڈیا آفس ، لندن نمبر ۱۷۳۰

Catalogue of Arabic Manuscripts by Reubenlevy
Vol. 2 London, 1937

۳۳ ـ فہرست مخطوطات عربی و فارسی ـ کتب خانہ انجمن ترقی اردو ، پاکستان ـ کراچی ـ مرتبہ سید سرفراز علی ص ۱۰۹ (کراچی ۱۹٦۷ء) ـ

۳۳ ـ مزید معلومات و تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیے : فہرست مخطوطات خدا بخش ـ مرآۃ العلوم ص ۱۳ و ص ج ۲ ـ (پٹنہ : ۱۹۳۲ء) ـ نیز ملاحظہ ہو :

Catalogue of Manuscripts Khuda Bakhsh Library
patna Vol. 17

۳۵ ـ اس عکس کے لئے بھی جناب عابد رضا بیدار ، ڈائریکٹر خدا بخش لائبریری کا ممنون و سپاس گزار هوں ـ

۳٦ ـ ملاحظہ فرمائیے فہرست یونیورسٹی کلکشن ، عربیہ ۲ ـ نمبر ٦۲ ـ نیز فہرست عبدالسلام کلکشن نمبر ۱/۳۳۱ ـ ۱

٣٧ - ورق نمبر ١ - الف ، ترجمه مخزونه عبدالسلام کلکشن -

٣٨ - فہرست دستی ، مخطوطات عربی نمبر ٣٢٠ -

٣٩ - همارے هندوستانی مسلمان ، مترجمه ڈاکٹر صادق حسین ص ٢ - ٢٠١ (لاهور : ١٩٤٣ ء)

٤٠ - اس مبحث میں حضرت مفتی الٰہی بخش نے قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی سے قاضی محمد اعلیٰ کے ایک فتوی پر رائے طلب کی تھی ، قاضی محمد ثناء اللہ نے دو مرتبہ اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔ قاضی محمد ثناء اللہ کے جوابات کے لئے ملاحظہ ہو راقم سطور کا مضمون ,,اراضی هند کی شرعی حیثیت ،، معارف اعظم گڑھ۔ اپریل ١٩٧٥ء۔ ربیع الثانی ١٣٩٥ ھ۔

٤١ - ملاحظہ ہو ، اردو ترجمه فتاوی عزیزیه ، ص ٥٢ ، ٢ - (عمده المطابع لکهنو : ١٣٢٣ ھ)

٤٢ عمده الرعایه حاشیه شرح وقایه کتاب الوظائف ص ٣٦٧ ج ٢ - (مجتبائی دهلی : ١٣٣٧ ھ)

٤٣ - العرف الشذی علی جامع الترمذی ، باب زکوة العسل ص ٢٨٦ (طبع اول ، دیوبند : بلاسنه) - نیز ملاحظہ ہو معارف السنن (شرح سنن ترمذی) از مولانا محمد یوسف بنوری ص ١٩ - ٢١٨ ج ٥ - (کراچی : ١٣٨٩ ھ)

٤٤ - دیکھئے ، موصوف کا مقاله ,,اراضی هند کی شرعی حیثیت عهد مغلیه کے علماء کی نظر میں،، - قسط دوم ، ماهنامه برهان دهلی ، جون ١٩٨٣ء -

٤٥ - مولانا عبدالخالق صاحب احکام الاراضی کے نسخوں کی جستجو کے لئے جب هندوستان آئے تو کاندهله بهی پہنچے - قاضی صاحب کی تحریرات و مآخذ سے استفاده کیا اور اپنے کام کی تفصیلات سے نواز کر ممنون کیا -

٤٦ - اوراق ملحقه کشاف اصطلاحات الفنون ، نسخه مؤلف ، ورق نمبر ٦٣٨ ب -

٤٧ - ایضاً بتفصیل مذکور - ورق نمبر ٦٣٣ ب -

٤٨ - ملاحظہ ہو فتاوی حمادیه مملوکه قاضی محمد اعلیٰ و مفتی الٰہی بخش ورق ٣ ب - ٢٧ ب - ١٠٨ - الف - ١٣٣ - الف وغیره -

٤٩ - مثلاً فتاوی سراجیه مکتوبه ١١٥٠ ھ ، حاشیه ورق ١٣٥ ب ، نیز مفتی صاحب کی مختلف بیاضوں میں بهی اسی طرح کے اندراجات هیں -

٥٠ - العثور دارالسرور سے کشاف اصطلاحات میں مختلف موقعوں پر اخذ و استناد هوا ہے ، العثور کا یه نسخه نیز گزشته حواله جات میں درج وه تمام کتابیں اور دستاویزات جن کے لئے کوئی حواله نہیں دیا گیا همارے ذخیره میں محفوظ هیں -

٥١ - قاضی محمد اعلیٰ کے لئے یه الفاظ ڈاکٹر لطفی عبدالبدیع نے مقدمه کشاف اصطلاحات الفنون میں درج کئے هیں صفحه و ، جلد اول (قاهره : ١٣٨٢ ھ)

٥٢ - اس خیال کا متعدد مصنفین نے اظهار کیا ہے ، جرجی زیدان کا قول ہے : ,,فهومن خیرة الکتب التی تفتشی للمراجعه ,,تاریخ آداب اللغة العربیة ص ٣٦٧ ج ٣ - ڈاکٹر اسپرنگر واجباب لطفی عبدالبدیع وغیره بهی اس کے معترف وموئید هیں نیز ملاحظ هو : المسلمون فی الهند ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص ٣٨ (دمشق : ١٣٨١)

٥٣ - کشاف اصطلاحات الفنون ، تهران ایڈیشن کے مقدمه نگار کہتے هیں : ,,اینک کتاب که میتوان گفت از مهم ترین تالیفات قرن ١٩ می باشد - الخ ،، -

۵۴ ۔ مقدمہ ابن خلدون کے ایک باب کے عنوان کی جانب اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۳۳۷ (مقدمہ ازہریہ ، مصر : ۱۳۱۱ ھ)

۵۵ ۔ ملاحظہ ہو کلمہ افتتاح کشاف اصطلاحات الفنون ۔

۵۶ ۔ ایضاً

۵۷ ۔ مولانا ابوالحسن کاندھلوی خلف مفتی الٰہی بخش ، تقریباً ۱۲۰۰ ھ (۱۷۸٦ء) میں ولادت ہوئی ، تمام درسیات اور طب والد ماجد سے اخذ کی اور مثنوی مولانا روم پڑھی ، تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت میں داخل ہو کر منصرم بندوبست مقرر ہوئے ، ملازمت کے دوران میرٹھ اور مختلف مقامات پر قیام رہا ، حضرت مفتی الٰہی بخش کی وفات کے بعد ملازمت ترک کر کے وطن آ گئے تھے اور بقیہ تمام زندگی گھر پر درس و تدریس اعمال و اشغال سلوک و معرفت اور دینی خدمات میں بسر کی ، ۲۱ جمادی الاخری ۱۲٦۹ ھ (۲ مارچ ۱۸۵۳ء) کو کاندھلہ میں وفات ہوئی ، والد کے قریب دفن کئے گئے ۔

متعدد تصنیفات یادگار ہیں فرائض کے موضوع پر رسالہ حل الغوامض ، طب پر رسالہ بحران ، اور سلوک و معرفت پر متعدد مثنویاں مثنوی بحر الحقیقت ، مثنوی گلزار ابراہیم ، مثنوی سمجھ بوجھ ، مثنوی خنجر عشق ، مطبوعہ اور خاصی مقبول و متعارف ہیں ، مولانا خوش کلام شاعر تھے متعدد تذکرہ نگاروں نے مولانا کا ذکر کیا ہے۔ کلام کا کچھ حصہ مولانا کی خود نوشت بیاض میں بھی درج ہے۔ تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیے ۔ نزھۃ الخواطر ، ج ۷۔ (حیدر آباد : ۱۳۷۸ ھ) ۔ حالات مشائخ کاندھلہ مرتبہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی ص (دھلی : بلاسنہ) نیز راقم سطور کا مضمون بر مولانا ابوالحسن ۔ ضمیمہ امداد المشتاق ص ۲۳۲ تا ص ۲۵۲ (دھلی : ۱۹۸۱ء)

۵۸ ۔ مولانا نورالحسن بن ابوالحسن ۔ ولادت ربیع الثانی ۱۲۲۷ ھ (مئی ۱۸۱۲ء) وفات ۱۱ محرم ۱۲۸۵ ھ (۵ مئی ۱۸٦۸ء) والد ماجد اور مفتی الٰہی بخش سے ابتدائی درسیات پڑھ کر دھلی گئے ، دھلی میں اولاً دلی کالج سے استفادہ کیا پھر مولانا مفتی صدر الدین آزردہ مولانا فضل حق خیر آبادی سے منقولات و معقولات کی تکمیل کی ، حدیث میں حضرت شاہ محمد اسحق سے تلمذ حاصل ہے ، متعدد تصنیفات یادگار ہیں ۔

۵۹ ۔ مولانا نورالحسن کی یادداشتوں میں ایسی متعدد کتابوں کے نام درج ہیں جو سرسید احمد کے پاس برائے مطالعہ گئی تھیں ، مولانا اور سرسید احمد کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں یہی روابط اور علمی اشتراک باقی رہا ، مولانا کے صاحبزادے مولانا فیض الحسن محمد اکبر (م ۱۳۰۳ ھ) کے توسط سے کتب خانہ مولانا نور الحسن سے سرسید برابر استفادہ کرتے رہے ، مثلاً تفہیمات الٰہیہ مملوکہ مولانا نورالحسن سرسید احمد کے ذخیرہ میں آج تک ہے ، اور بھی کئی کتابوں پر مولانا نور الحسن یا ان کے اخلاف کی تحریریں ، مہر اور علامات ملکیت ثبت ہیں ، سرسید کی اپنی ایک تصنیف سلسلۃ الملوک کا ایک نسخہ جس پر مولانا نورالحسن کی مہر ثبت ہے ذخیرہ سرسید کی زینت ہے اور اسپر سرسید احمد کے قلم سے یہ عبارت درج ہے ,,مولوی محمد اکبر بمن دادند،، اسی طرح خانوادہ مولانا نورالحسن میں سرسید احمد اور ان کے اخلاف کی مملوکہ کتابیں آج تک موجود ہیں ، یونیورسٹی کلکشن میں کشاف اصطلاحات الفنون نسخہ مولف کی موجودگی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔

٦٠ - دیکھئے شاهان اودھ کے کتب خانے ، اسپرنگر ، مترجمه و مرتبه ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی ص ٣٦ (کراچی : ۹۷۳)

٦١ - ایضاً

٦٢ - مقدمه ایک نادر مجموعه مکاتیب جس میں اسپرنگر کے نام هندوستانی علماء کے خطوط جمع کئے گئے هیں)ت مرتبه ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی ص ١٧ تا ١٩ ومابعد ـ سه ماهی اردو ، کراچی شماره اکتوبر دسمبر ـ ١٩٨٣ء یه ایک مبسوط کتاب ہے جو مجله اردو میں اواخر ١٩٨٣ء سے اواخر ١٩٨٧ء تک مسلسل شائع هوئی ہے ، صفحات نمبر مسلسل هیں ، آئنده اس کا حواله ایک نادر مجموعه مکاتیب کے نام سے آئے گا ـ

٦٣ - ایک نادر مجموعه مکاتیب ص ٥٦ ـ ٥٥ ـ

٦٤ - تعارف کے لئے رجوع فرمائیے :

Catalogue of Manuscripts Khuda Bakhsh Librery Patna Vol. 20 Page 41.

اس نسخه کے پہلے اور آخری صفحه کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے جناب رضا بیدار صاحب ڈائریکٹر خدا بخش لائبریری ، پٹنه کا صمیم قلب سے ممنون هوں ـ

٦٥ - مولانا مملوک العلی یا مملوک علی بن احمد علی صدیقی نانوتوی ـ ولادت تقریباً ١٢٠٠ ھ (١٧٨٧ء) ـ وفات ١١ ذی الحجه ١٢٦٧ ھ (٧ـ اکتوبر ١٨٥١ء) حضرت شاه عبدالعزیز اور مولانا رشید الدین دهلوی سے تعلیم حاصل کی ، تعلیم کے بعد مدرسه دهلی میں (جو بعد میں علی گڑھ کالج کے نام سے موسوم هوا) نائب مدرس پھر صدر مدرس مقرر هوئے ـ اور تاحیات اسی عهده پر فائز اور همه وقت علمی تدریسی مصروفیات میں مشغول زندگی بسر فرمائی ـ مدرسه کے اوقات کے علاوه بھی فجر سے رات دیر گئے تک تمام اوقات درس و افاده سے معمور رهتے تھے ، مولانا کے فیض ترتیب سے بےشمار طلبه مستفید هوئے جس میں هندوستان کے ممتاز علماء ان اهل کمال کی ایک بڑی جماعت شامل ہے جو بعد میں برصغیر هندو پاکستان میں نئے علمی تعلیمی مرکزوں کی بانی اور تعلیم و تربیت کے نئے سرچشموں کی مؤسس هوئی ـ ترجمه سنن ترمذی ، ترجمه تاریخ یمینی ، ترجمه قواعد اقلیدس تحریری یادگار هیں ، اور بھی متعـدد کتابوں کی تصحیح ترتیب میں مولانا کا سرگرم حصه رها ہے ـ مزید معلومات کے لئے ملاحظه هو : ایک نادر مجموعه مکاتیب ص ٢٥ تا ٨٠ ـ

٦٦ - ایک نادر مجموعه مکاتیب ـ ص ٥٣ ـ

٦٧ - الف) ممکن ہے اس سے بوعلی بخش کاندهلوی مراد هو ، جو دهلی میں رهتا تها اور کتابوں کی تجارت کرتا تها ـ بهار دانش کا ایک قدیم نسخه جو ,,بفرمائش شیخ بو علی بخش تاجر کاندهلوی فخر المطابع دهلی میں چھپا " همارے ذخیره میں محفوظ ہے ـ

٦٧ - ب) بیاض مولانا ابو الحسن ـ

٦٨ - ایک نادر مجموعه مکاتیب ص ٥٣ ص ٥٥ ـ

٦٩ - تذکره حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مرتبه مولانا محمد یعقوب ص ١٢ (بهاولپور : ١٢٩٧ء)

٧٠ - ایک نادر مجموعه مکاتیب ص ٨٩ ـ (مکتوب مولانا سدید الدین بنام اسپرنگر ، مکتوبه ١٨ ـ ستمبر سنه ١٨٥٠ء)

۱> ۔ ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۹۱ (مکتوب مولانا سدید الدین ، محررہ ۱۰ ۔ جنوری ۱۸۵۱ء ۔ از آگرہ)

۲> ۔ ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۵۳ ۔ یہ سلسلہ مطبوعات جس میں مشرق کے علمی کارناموں کی اشاعت کا منصوبہ تھا ۱۸۴۷ء میں شروع ھوا ، اور اس کے تحت شائع ھونے والی پہلی منتخب کتاب اگوید تھی ملاحظہ ھو: ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی مختصر تاریخ از جناب نیر اقبال ۔ سہ ماھی اردو ادب علی گڑھ ۔ شمارہ نمبر ۲ /۱۹۶۵ء ۔ ص ۹۸ ۔

۳> ۔ مولانا محمد وجیہ بن مولا بخش بن قاضی اکبر علی صدیقی بہاری ثم کلکتوی ۔ نامور عالم، فقیہ اور مدرس تھے ، افسوس ھے تفصیلی حالات دریافت نہیں ۔ ۱۸۲۷ء سے ۱۸۵۶ء تک مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس رھے ، ان سے بےشمار طلبہ نے تلمذ و استفادہ کیا ، کشاف اصطلاحات الفنون کے علاوہ بھی متعدد کتابوں کی تصحیح و ترتیب میں اسپرنگر کے معاون رھے ، متعدد تالیفات یادگار ھیں جس میں نظام اسلام خاصی مشہور ھے ۔ ملاحظہ ھو : تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ ، مولانا عبدالستار (ڈھاکہ : ۱۹۵۹ء) ۔ نیز نزھۃ الخواطر ص ۳۶۶ ج ۷ ۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے بلا کسی حوالہ ومآخذ کے مولانا محمد وجیہ کو حضرت سید احمد شہید ۱۲۴۶ ھ کا خلیفہ ، اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری م ۱۲۹۸ ھ کا استاد لکھا ھے ، اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ص ۶۷ (لاھور : ۱۹۸۸ء) مگر یہ اطلاع صحیح نہیں ، حضرت سید احمد شہید کے خلفاء کی فہرستوں میں مولانا محمد وجیہ کا نام شامل نہیں ، اور مولانا احمد علی کا تلمذ بھی قطعاً بے اصل ھے کیونکہ مولانا نے تمام تر تعلیم اپنے نواح اور دھلی میں پائی ، مولانا محمد وجیہ کے عہد میں مولانا کلکتہ بھی نہیں آئے مولانا احمد علی کی کلکتہ تشریف آوری ۱۸۵۷ء کے کئی سال بعد ھوئی ھے اس وقت مولانا احمد علی کا نامور اساتذہ حدیث میں شمار تھا اور درس و افادہ کے لئے معروف تھے ۔

۴> ۔ مولوی عبدالحق سے کون مراد ھے کچھ معلوم نہیں ، دریافت ماخذ سے ان کے احوال و سوانح کا سراغ نہیں ملا، اگرچہ کشاف کے زمانہ طباعت میں مولانا عبدالحق بن فضل حق خیر آبادی ، م ۱۳۱۶ ھ / ۱۸۹۹ بھی مدرسہ عالیہ میں صدر مدرس رھے ھیں (تاریخ مدرسہ عالیہ ص ۱۶۸) مگر وہ یقیناً یہاں مراد نہیں ، یہ کوئی اور عبدالحق ھیں جو کشاف اصطلاحات الفنون کے علاوہ اور بھی بعض کتابوں کی اشاعت و تصحیح میں شامل رھے ھیں ۔

۵> ۔ مولوی غلام قادر کے حالات بھی مفقود ھیں ، مدرسہ عالیہ میں مدرس تھے مگر نسبۃً ثانوی درجات کے ، غالباً یہی وجہ ھے کہ تاریخ مدرسہ عالیہ میں ان کا تذکرہ شامل نہیں ۔ مولوی غلام قادر کشاف اصطلاحات الفنون کے علاوہ اصابہ فی تمییز الصحابہ جلد اول ۱۸۵۶ء ، نخبہ الفکر ۱۸۶۲ء اور فہرست کتب الشیعہ للطوسی ۱۸۵۳ء کی تصحیح و اشاعت میں اسپرنگر کے مددگار رھے ۔ ملاحظہ ھو ایک نادر مجموعہ مکاتیب ص ۳۹۴

۵> ۔ ناسولیس از ۱۸۲۵ء تا ۱۸۸۹ء (۱۲۴۰ ھ تا ۱۳۰۶ ھ) ڈبلن اور برلن سے ڈاکٹریٹ کیا ، ۱۸۴۶ء میں ھندوستان آئے ، کچھ عرصہ بعد مدرسہ عالیہ کے پرنسپل مقرر ھوئے ، ناسولیس نے کئی کتابوں کی تصحیح وطباعت کی خدمت سر انجام دی جس میں کشاف زمخشری ، تاریخ الخلفاء سیوطی ، نخبۃ الفکر عسقلانی ، فتوح الشام بصری وواقدی وغیرہ شامل ھیں ۔ رجوع فرمائیے : الاعلام ، ص ۱۲۴ ج ۸ ۔ و معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ ص ۱۶۰۱ ۔

۷۶ - جلد اول کے بیرون ٹائیٹل پر ۱۸۵۵ء درج ہے مگر یہ ابتداء طباعت کی تاریخ نہیں -
۷۷ - معجم المطبوعات العربیة والمعربه کالم نمبر ٦۳٦ ج ۴ . المنجد فی الادب والعلوم ص ۱۱۵ ص ۴۳۹ وغیرہ -
۷۸ - کشاف اصطلاحات الفنون ص ۱۵٦۴ (کلکته)
۷۹ - مقدمه کشاف اصطلاحات الفنون ، ڈاکٹر لطفی عبدالبدیع ص ز - ح (قاهره)
۸۰ - ب) اکتفاء القنوع بما هو مطبوع ص ۳۲۸ (مصر : ۱۳۱۳ هـ)
۸۱ - معجم المطبوعات العربیة والعربه ص ٦۴۵ (مصر : ۱۳۳۸ هـ)
۸۲ - الاعلام ص ۲۹۵ ج ٦ (بیروت : ۱۹۷۹ء)
۸۳ - معجم المؤلفین ص ۴۷ ج ۱۱ - (بیروت : بلاسنه)
۸۴ - تعارف کے لئے ملاحظه هو : نزهة الخواطر ص ۵۹ - ۵٦ ج ۸ (حیدر آباد : ۱۲۹۰) نیز اشرف السوانح وتالیفات اشرفیه وغیرہ -
۸۵ - سبق الغایات فی نسق الآیات ص ۱۵۱ (دهلی : ۱۳۱۷ هـ)
۸٦ - مولانا آزاد کی کهانی آزاد کی زبانی ، عبدالرازاق ملیح آبادی ص ۲٦۲ (دهلی : ۱۹۵۸ء) -
۸۷ - حواله بالا ص ۲٦۱ -
۸۸ - مکتوب جناب عبدالخلاق صاحب لائبریرین شعبه مشرقیات ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکته ، بنام راقم سطور محرر و مکتوب گلزار نقوی ، لائبریرین ، لائبریری مولانا آزاد بهون ، نئی دهلی ، مکتوبه ۹ - جنوری ۱۹۸۹ء - -

اس مقاله میں شاملِ اقتباسات میں بعض لِسانی سقم موجود هیں ، تاهم هم نے رسم الخط کی بعض ضروری اصلاحات کے علاوہ اِن کو بحاله قائم رهنے دیا ہے که اقتباس کا اصل الاصول یهی ہے -(مدیر)

●●●